

اسلام کی بنیاد

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((بَيْنِيَ
الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ
وَرَسُولُهُ وَأَقَامِ الصَّلَاةَ وَآتِ الزَّكَاةَ وَالْحَجَّ وَصُومِ رَمَضَانَ)) -

”سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی
بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔

①..... اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور
محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔

②..... اور اچھی طرح نماز (قائم کرنا) پڑھنا۔

③..... اور زکوٰۃ ادا کرنا

④..... اور حج کرنا

⑤..... اور رمضان کے روزے رکھنا۔“ [متفق علیہ]

سفید بالوں کو رنگنے کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله، اما بعد!

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: غَيِّرُوا الشَّيْبَ وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ۔

”ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بڑھاپے کے سفید بالوں کو بدل دو اور یہود کے ساتھ

مشابہت اختیار نہ کرو۔“ [ترمذی، کتاب اللباس باب ما جاء في الخضاب]

اسی طرح ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى لَا يَصْبِغُونَ فَخَالِفُوهُمْ۔ [بخاری، رقم: ۵۸۹۹، کتاب اللباس باب الخضاب]

”یہود و نصاریٰ خضاب نہیں لگاتے تم ان کے خلاف کرو یعنی خضاب لگایا کرو۔“

رسول اللہ ﷺ نے ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو خضاب لگانے کا حکم فرمایا تھا جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ فتح مکہ کے دن ابوقحافہ نبی ﷺ کے پاس آئے تو ان کی داڑھی سفید گھاس کی طرح تھی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے اہل و عیال کو حکم دیا کہ اس

سفیدی کو کسی چیز سے بدل دو اور سیاہی سے بچو۔ [مسلم: ۲۱۰۲، کتاب اللباس، باب استحباب خضاب الشیب]

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خضاب لگانے کا حکم کرتے تھے اور خضاب نہ لگانے کو یہود و نصاریٰ کا طریقہ بتاتے تھے۔ اس لیے ہمارے لیے ضروری ہے کہ روزِ مردہ کی عادات لباس اور وضع میں جتنا ہو سکے کافروں کی مخالفت کریں۔

خضاب کیسا ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ أَحْسَنَ مَا غَيَّرَ بِهِ هَذَا الشَّيْبُ الْحِنَّاءُ وَالْكُتْمُ۔ [ابوداؤد: ۴۲۰۵، کتاب الترجل، باب في الخضاب]

”بہترین چیز جس سے بڑھاپے کو بدلا جائے وہ مہندی اور وسہ ہے۔“

کون سے رنگ سے اجتناب کرنا چاہیے: نبی ﷺ نے فرمایا: سیاہ رنگ کے خضاب کرنے والوں کو جنت کی خوشبو بھی

نصیب نہیں ہوگی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَكُونُ يَخْضِبُونَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ بِالسَّوَادِ كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ لَا يَرِيحُونَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ۔

”آخری زمانے میں ایک قوم ہوگی وہ کبوتر کے سینے کا سیاہ خضاب کریں گے وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھیں

گے۔“ [ابوداؤد: ۴۲۱۲، کتاب الترجل، باب في خضاب السواد فوائد الحديث]

فائدہ: ①..... بڑھاپے میں بالوں پر زرد رنگ یا سرخ رنگ کے ساتھ خضاب کرنا سنت ہے اور سیاہ رنگ کا خضاب

حرام ہے۔ ②..... خضاب نہ لگانا نبی ﷺ کی سنت کے خلاف ہے اور یہود و نصاریٰ کے مشابہ ہے۔ ③..... سیاہ رنگ

کے ساتھ داڑھی یا سر کے بالوں کو خضاب لگانا رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف ہے۔ [عبدالرحمن بلتستانی]

فہرست

1	اسلام کی بنیاد	جواہر پارے
2	سفید بالوں کو رنگنے کا حکم	کلمہ طیبہ
5	آنکھیں کھلی رکھیں	اداریہ
7	دو ہرے اجر کے مستحق لوگ..... (۲)	تذکیر
11	رشوت کی تعریف..... (۵)	معاشرتی مسائل
17	ایک عیسائی خاتون کے سوالات	افہام و تفہیم
20	مخلوط معاشرہ..... (۲)	اسلامی معاشرت
27	موجودہ کشمکش اور اسلام	بند و نصاب
29	ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری	یاد رفتگان
35	حق و باطل	شعر و ادب

قربانی اللہ کے لیے

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ [الانعام: ۱۶۳، ۱۶۴]

”آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنایہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔“

عید کے دن افضل ترین عمل

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَا عَمِلَ آدَمِيُّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النُّحْرِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ إِنَّهُ لَيَأْتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ بِقُرُونِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَا » [ترمذی: ۱۴۹۳]

”عید کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی عمل اتنا محبوب نہیں جتنا (قربانی کے جانور کا) خون بہانا محبوب ہے۔ قیامت کے دن اس کے سینگ، کھرا اور اس کے بال تک قربانی دینے والے کے میزان میں تولے جائیں گے۔“

خوفِ الہی سے خالی دل سے پناہ مانگنے کی دعا

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا یُسْتَجَابُ لَهَا - [مسلم: ۲۷۲۲]

”اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسے علم سے جو فائدہ نہ دے، ایسے دل سے جس میں خشیت الہی نہ ہو، ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو۔“

آنکھیں کھلی رکھیں

ملک عصمت اللہ

اداریہ

سابق صدر پرویز مشرف اور پیپلز پارٹی کی سربراہ محترمہ بے نظیر بھٹو کے درمیان طے پائے جانے والے معاہدے کے نتیجے میں قومی مفاہمتی آرڈی نینس (N.R.O) وجود میں آیا۔ اس آرڈی نینس کے تحت موجودہ صدر جناب آصف علی زرداری کے خلاف آٹھ برسوں سے مختلف عدالتوں میں زیر التواء مقدمات ختم کیے گئے اور اسی کے تحت متحدہ قومی مومنٹ کے بیسیوں کارکنوں کے خلاف درجنوں مقدمات واپس لے لیے گئے جب کہ اس آرڈی نینس سے کئی بدعنوان بیوروکریٹس بھی مستفید ہوئے۔

اس آرڈی نینس کو باقاعدہ قانون کی شکل دینے کے لیے اسے پی پی حکومت نے قومی اسمبلی میں پیش کیا اور اس عزم کا اظہار بھی کیا کہ اس آرڈی نینس کا بھرپور دفاع کیا جائے گا۔ قومی اسمبلی نے اسے قائمہ کمیٹی کے سپرد کر دیا۔ اس کو قائمہ کمیٹی سے پاس کروانے کے لیے حکومت نے کیا کیا پاپڑیلے یہ ایک الگ اندوہ ناک داستان ہے۔

قائمہ کمیٹی میں اکثریت حاصل کرنے کے لیے حکومت نے ایک وفاقی وزیر نوید قمر سمیت اپنے دو ارکان کو قائمہ کمیٹی میں شامل کر کے اپنا پلڑا بھاری کر لیا۔

قائمہ کمیٹی کے سامنے نہ تو اس آرڈی نینس سے مستفید ہونے والوں کی فہرست پیش کی اور نہ اس پر بحث ہونے دی۔ قائمہ کمیٹی میں اس حکومتی رویے کے خلاف مسلم لیگ (ن) کے ارکان نے واک آؤٹ کیا۔ حکومت نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے یہ آرڈی نینس قائمہ کمیٹی سے منظور کروالیا۔

اس پراسمبلی کے اندر اور اسمبلی کے باہر شدید رد عمل ہوا۔ میڈیا اور عوامی رد عمل کی شدت کو کم کرنے کے لیے حکومت نے کئی مینٹرے بدلے۔ وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے اپنے بیان میں کہا کہ اس آرڈی نینس پر پارلیمنٹ کا فیصلہ قبول ہوگا۔ ان کے اس بیان سے لوگ مطمئن نہیں ہوئے اور رد عمل جاری رہا۔ اس رد عمل کو دیکھتے ہوئے حکومت نے اس آرڈی نینس کو قومی اسمبلی کے ایجنڈے میں شامل نہ کیا۔ خیال تھا کہ اسے بعد میں کسی دوسرے موقع پر پارلیمنٹ میں پیش کر کے پاس کروالیا جائے گا۔ عوام اس قدر باشعور ہو چکے ہیں کہ وہ حکومت کی ان چالوں کو بخوبی سمجھنے لگے ہیں۔ لہذا انہوں نے اپنا احتجاج جاری رکھا۔ اس احتجاج کو دیکھتے ہوئے حکومت نے ایک اور مینٹر بدل دیا وزیراعظم نے اپنے موقف سے ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ این۔آر۔او کا فیصلہ عدالت پر چھوڑتے ہیں لیکن شاید عوام اس پر بھی مطمئن نہ ہوئے۔ آخر کار ایوان صدر کے صدارتی ترجمان کو یہ اعلان کرتے ہی بنی کہ این۔آر۔او کو پارلیمنٹ میں نہیں لائیں گے۔

اس پر عوام نے اطمینان کا سانس لیا اور عوام سے زیادہ خود وزیراعظم کو اطمینان حاصل ہوا اور ارشاد فرمایا کہ این۔آر۔او ہمیشہ کے لیے دفن ہو چکا کیا (N.R.O) واقعی دفن ہو چکا ہے؟ ہمیں اس بارے میں اب بھی شک ہے کیوں کہ اگر اس آرڈی نینس کو واقعاً دفن کرنا مقصود ہوتا تو حکومت

کو اسے پاس کرانے کے لیے شطرنج کی اتنی چالیں چلنے کی ضرورت کیا تھی؟

ہمارے اس شک کی دوسری وجہ کیری لوگر بل کے سلسلے میں پیپلز پارٹی کی حکومت کا رویہ ہے۔ کیری لوگر بل کو پارلیمنٹ میں تو پیش کیا گیا، اس پر بحث بھی ہوئی، حکومت کو یقین تھا کہ اسے پارلیمنٹ میں شکست ہوگی اس لیے اس نے اسمبلی میں ووٹنگ نہیں ہونے دی اور پارلیمنٹ کو بائی پاس کر کے اسے کابینہ سے منظور کروا لیا۔ اس معاملے کو اگر نگاہ میں رکھیں تو یہ شک یقین میں بدلتا ہوا نظر آتا ہے کہ اس کی کیا ضمانت ہے کہ اس آرڈی نینس کو بھی پارلیمنٹ کو بائی پاس کر کے کابینہ سے منظور نہیں کروا لیا جائے گا یا اس طرح کا کوئی اور شارٹ کٹ راستہ تلاش نہیں کیا جائے گا یا اس کی جگہ اسی نسل کا کوئی اور آرڈی نینس جاری نہیں کر دیا جائے گا۔

اس کی تیسری وجہ خود صدر آصف علی زرداری کی ذات گرامی ہے۔ اس وقت پاکستان کا صدر ہونے کے ناطے انہیں ہر قسم کے مقدمات سے آئینی تحفظ حاصل ہے۔ صدر زرداری صدارت کے عہدے پر ہمیشہ قائم تو نہیں رہیں گے آخر ایک دن انہیں اس عہدہ سے ہٹا ہوگا۔ تو کیا جناب زرداری صاحب اس وقت عدالتوں اور مقدمات کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہوں گے؟

اس آرڈی نینس کا انحصار اس سوال کے جواب پر ہے۔ اس لیے ہم اپنی اس رائے پر قائم رہنے کا حق رکھتے ہیں کہ یہ آرڈی نینس اگر چہ وقتی طور پر ذن تو ہو گیا ہے لیکن یہ مردہ ایک روز پھر کپڑے جھاڑ کر اٹھ کھڑا ہوگا۔

یہ تو خیر بہت بہتر ہوا کہ حکومت نے اس آرڈی نینس کو قومی اسمبلی میں پیش ہی نہیں کیا ورنہ حکومت اس کو قانون بنوانے میں شاید ناکام ہی رہتی کیوں کہ اس کے حلیف اور اتحادی بھی ایک ایک کر کے اس کا ساتھ چھوڑتے جا رہے تھے۔ بلکہ بعض نے تو صدر کو ”قربانی“ دینے کا مشورہ بھی دیا تھا۔ اگر خدا نخواستہ یہ قانون بن جاتا تو قومی اسمبلی کے چہرے پر ایسی کالک لگ جاتی جس کو دھونے کے لیے مدتیں درکار ہوتیں اور یہ پارلیمنٹ ملزموں، مجرموں، ڈاکوؤں اور قومی دولت کے لٹیروں کی ہمیشہ کے لیے پشت پناہ بن جاتی۔

ابھی یہ قانون بنائیں ہے لیکن اس کے اثرات معاشرے پر مرتب بھی ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ لوگوں کے اندر یہ تاثر عام پھیل گیا کہ جی بھر کے جرائم کروا کر خسر N.R.O کے نتیجے میں معافی مل جائے گی اور کوئی پوچھنے والا نہ ہوگا۔

جرائم پیشہ افراد کا ایک استدلال یہ بھی تھا کہ اگر یہ قانون بننا ہی ہے تو اس سے صرف مخصوص طبقہ ہی کیوں مستفید ہوا ان کے علاوہ عوام اس سے استفادہ کیوں نہیں کر سکتے۔ چنانچہ قتل کے نتیجے میں سزائے موت پانے والے ملزموں نے بھی عدالتوں میں اس آرڈی نینس کے تحت ریلیف دینے کی درخواستیں دینی شروع کر دیں۔ اس امر کا انکشاف چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری نے پنجاب پولیس کے سابق ڈی۔ ایس۔ پی مہرباقر کی درخواست کی سماعت کے دوران اپنے ریمارکس میں کیا جسے احتساب عدالت نے کرپشن کے الزام میں ۵ سال قید اور دس لاکھ جرمانہ کی سزا سنائی تھی۔ اگر یہ قانون بن جاتا تو مجرموں کے لیے قانون کی گرفت سے بچ نکلنے کا سب سے بڑا ہتھیار بن جاتا اور یوں معاشرہ مکمل طور پر کرپشن اور جرائم کی زد میں آ جاتا اور معاشرے کا امن مکمل طور پر تباہ و برباد ہو جاتا اور معاشرہ منتشر ہو کر رہ جاتا۔

ہماری پیپلز پارٹی کی حکومت اور پارلیمنٹ کے ارکان سے نہایت درد مندانہ گزارش ہے کہ اس آرڈی نینس کو اب ذن ہی رہنے دیا جائے اور کسی بھی سٹیج پر اسے قانون بنانے کی سعی نامسعود نہ کی جائے۔ ہم عوام سے بھی گزارش کریں گے کہ وہ اپنی آنکھیں کھلی رکھیں اور حکومتی اعمال اور اعمال پر نگار رکھیں تاکہ وہ دوبارہ کوئی ایسی حرکت نہ کر سکیں۔

دوہرے اجر کے مستحق لوگ

غلام مصطفیٰ فاروق

”تمہارا زمانہ کچھلی امتوں (یہود و نصاریٰ) کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسے عصر سے مغرب تک کا وقت ہے۔“
مطلب یہ ہے کہ سابقہ امتوں کے افراد کی نسبت اس امت کے افراد کی عمریں تھوڑی ہیں۔
پھر رسول اللہ ﷺ نے اجر و ثواب کے اعتبار سے یہود و نصاریٰ کے ساتھ ایک مثال بیان فرمائی:

((اِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَلًا فَقَالَ مَنْ يَعْمَلُ لِيْ اِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيَرَاطٍ قِيَرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ اِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيَرَاطٍ قِيَرَاطٍ))

”تمہاری مثال یہود و نصاریٰ کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے کچھ مزدور لیے اور کہا کہ میرا کام آدھے دن تک کون ایک قیراط کی اجرت پر کرے گا؟ یہود نے آدھے دن تک ایک ایک قیراط کی مزدوری پر کام کرنا طے کر لیا۔“
پھر اس آدمی نے کہا:

((مَنْ يَعْمَلُ لِيْ مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ اِلَى صَلَوةِ الْعَصْرِ عَلَى قِيَرَاطٍ قِيَرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ النَّصَارَى مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ اِلَى صَلَوةِ الْعَصْرِ عَلَى قِيَرَاطٍ قِيَرَاطٍ))

”آدھے دن سے عصر کی نماز تک میرا کام کون ایک شخص ایک قیراط کی مزدوری پر کرے گا؟ اب نصاریٰ ایک ایک قیراط کی مزدوری پر آدھے دن سے عصر کے وقت تک مزدوری کرنے پر تیار ہو گئے۔“

پھر اس آدمی نے کہا:

امت محمدیہ:

اللہ تعالیٰ نے سید المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اس قدر شان و عظمت اور رفعت و مقام عطا فرمایا ہے کہ ساری کائنات کے صالحین و اولیاء، اقیاء و اصفیاء اور رسل و انبیاء مل کر بھی آپ کے درجات و مراتب کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

اسی طرح امت مسلمہ، امت محمدیہ بھی تمام امتوں میں سب سے افضل امت ہے۔ اس کی شان و شوکت، عزت و عظمت اور توقیر و جہت کا مقابلہ بھی کوئی دوسری امت نہیں کر سکتی۔ خود رب کائنات نے اسے ”خیر امت“ کا ذی وقار لقب عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ط ﴾ [آل عمران: ۱۱۰]

”تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو، اور بری باتوں سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔“

اس خیر امت، امت محمدیہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنی جو خصوصی عنایات و نوازشیں کی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے اس امت محمدیہ کو اللہ تعالیٰ دوہرے اجر اور دو گنا ثواب سے نوازتے ہیں۔

صحیح بخاری، جامع ترمذی اور مسند احمد میں حدیث ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّمَا أُجْلِكُمْ فِيْ اَجَلٍ مَنْ خَلَا مِنَ الْاَمَمِ مَا بَيْنَ صَلَوةِ الْعَصْرِ اِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ))

((مَنْ يَعْمَلْ لِي مِنْ صَلَوةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلَى قَيْرَاطَيْنِ قَيْرَاطَيْنِ؟ أَلَا فَانْتُمْ الدِّينَ يَعْمَلُونَ مِنْ صَلَوةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلَى قَيْرَاطَيْنِ قَيْرَاطَيْنِ، أَلَا لَكُمْ الْأَجْرُ مَرَّتَيْنِ))

”عصر کی نماز سے سورج ڈوبنے تک دو دو قیراط پر کون شخص میرا کام کرے گا؟ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) تمہیں معلوم ہونا چاہیے وہ تہی لوگ ہو، جو دو دو قیراط کی مزدوری پر عصر سے سورج ڈوبنے تک کام کرو گے۔ تم آگاہ رہو، تمہاری مزدوری (اجر و ثواب صلہ و بدلہ) دو گنا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے مزید فرمایا:

((فَغَضِبَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى قَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلًا وَأَقْلُ عَطَاءً، قَالَ اللَّهُ هَلْ ظَلَمْتُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا؟ قَالُوا لَا - قَالَ فَإِنَّهُ فَضَّلِي أُعْطِيَهُ مَنْ شِئْتُ))

”یہود و نصاریٰ نے اس فیصلہ پر ناراضگی کا اظہار کیا، کہنے لگے کہ کام تو ہم زیادہ کریں اور مزدوری کم ملے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: کیا میں نے تمہیں تمہارا حق دینے میں کوئی کمی کی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر میرا یہ فضل ہے جسے میں چاہوں زیادہ دوں۔“ [صحیح بخاری، کتاب

احادیث الانبیاء، باب ذکر عن بنی اسرائیل، رقم الحدیث

[۳۴۵۹]

قارئین کرام! اس حدیث مبارک میں کس قدر عمدگی سے امت محمدیہ کے تفضل و شرف کی مثال دی گئی ہے۔ اور واضح و عیاں کیا گیا ہے کہ امت محمدیہ کو اچھائیوں، بھلائیوں، امور خیر، صالح اعمال اور نیکی و احسان پر دو گنا اجر اور دوہرا ثواب دیا جائے گا۔

حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ:

دوہرے اجر اور دو گنا ثواب کے حق دار لوگوں میں سے ایک امام الانبیاء ﷺ کے جانشین و وفادار صحابی حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

غزوہ خیبر میں یہ جب اپنی ہی تلوار سے زخمی ہونے کے بعد شہید ہو گئے، تو کچھ لوگوں کو شبہ ہوا کہ یہ تو اپنی ہی تلوار و تیغ اور اپنے ہی ہتھیار سے فوت ہوئے ہیں۔ ان کو کسی کافر نے تو مارا نہیں، یہ کیسے شہید ہو سکتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو رحمت کائنات ﷺ نے اپنی زبان نبوت سے اعلان فرمایا کہ تم اس کی شہادت میں شک و شبہ کرتے ہو؟ یہ تو وہ خوش نصیب، بلند بخت شہید ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ دو گنا اجر اور دوہرا ثواب عطا فرمائیں گے۔

اس واقعہ کی تفصیل، صحیح بخاری اور صحیح مسلم، مسند احمد و نسائی، صحیح ابن حبان و مسند ابی عوانہ میں موجود ہے، حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

”ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف نکلے، رات کے وقت ہمارا سفر جاری تھا کہ ایک صحابی (حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ) نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے کہا، عامر! اپنے کچھ اشعار تو سناؤ۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ چوں کہ شاعر تھے، اس فرمائش پر وہ اپنی سواری سے اتر کر حدی خوانی کرنے لگے۔ اور یہ اشعار پڑھے:

اَللّٰهُمَّ لَوْ لَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاَغْفِرْ فِدَاءَ لَكَ مَا اَبْقَيْنَا
وَبَيَّتِ الْاَقْدَامُ اِنْ لَا قَيْنَا
وَالْيَقِيْنُ سَكِيْنَةٌ عَلَيْنَا
وَبِالصَّبَاحِ عَوَّلُوْا عَلَيْنَا
اِنَّا اِذَا صَبَحْنَا اَتَيْنَا

”اے اللہ! اگر تو (اپنا فضل کرنے والا) نہ ہوتا تو ہمیں سیدھا راستہ نہ ملتا۔ نہ ہم صدقہ کر سکتے اور نہ ہم نماز پڑھ سکتے، پس ہماری جلدی مغفرت کر جب تک ہم زندہ ہیں ہماری جانیں تیرے راستے میں فدا ہیں۔ اگر ہماری مدد بھیڑ ہو جائے تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔ ہم پر سکینت نازل فرما۔ ہمیں جب باطل کی

فرمایا: یوں ہی کرلو۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

((فَلَمَّا تَصَافَتِ الْقَوْمُ كَانَ سَيْفُ عَامِرٍ قَصِيرًا
فَتَسَاوَلَ بِهِ سَاقِي يَهُودِيٍّ لِيَضْرِبَهُ وَيَرْجِعُ ذُبَابَ سَيْفِهِ
فَأَصَابَ عَيْنَ رُكْبَةِ عَامِرٍ فَمَاتَ مِنْهُ))

”پھر (دن میں جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جنگ کے لیے)
صف بندی کی، تو چوں کہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی تلوار چھوٹی تھی۔
اس لیے جب انہوں نے ایک یہودی کی پنڈلی پر (جھک کر)
وار کرنا چاہا تو خود انہی کی تلوار کی دھار سے ان کے گھٹنے کا اوپر کا
حصہ زخمی ہو گیا، اور ان کی شہادت اسی زخم کی وجہ سے ہو گئی۔“
حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((فَخَرَجَتْ فَإِذَا نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ
يَقُولُونَ بَطَلَ عَمَلُ عَامِرٍ قَتَلَ نَفْسَهُ))

”میں باہر نکلا تو نبی اقدس رضی اللہ عنہ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کہہ رہے
تھے کہ عامر رضی اللہ عنہ کا عمل ضائع و برباد ہو گیا۔ کیوں کہ انہوں نے
خود کو قتل کر لیا۔“

میں نے جب لوگوں سے یہ کلمات والفاظ سنے تو مجھے بہت دکھ اور
افسوس ہوا۔ میں نبی اقدس رضی اللہ عنہ کے پاس اس حالت و کیفیت میں حاضر
ہوا کہ میں زار و قطار رو رہا تھا۔ میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ اے
اللہ کے رسول رضی اللہ عنہ! کیا عامر کے اعمال رائیگاں ہو گئے؟

تو رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((مَنْ قَالَ ذَٰلِكَ ؟))

”یہ کس نے کہا ہے؟“

میں نے کہا:

((نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِكَ))

”آپ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ کہہ رہے ہیں۔“

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((كَذَبَ مَنْ قَالَ ذَٰلِكَ بَلْ لَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ))

طرف بلایا جاتا ہے تو ہم انکار کر دیتے ہیں۔ آج وہ چلا چلا کر
ہمارے خلاف میدان میں آئے ہیں۔“

حضرت عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے بھی میرے یہ اشعار سن لیے، تو رسول اللہ نے
پوچھا یہ شعر کون کہہ رہا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ۔

نبی رحمت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((يَرْحَمُهُ اللَّهُ))

”اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔“

حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ کے لیے یہ جو الفاظ آپ رضی اللہ عنہ نے
استعمال فرمائے وہ ان کی شہادت کی پیش گوئی تھی۔ کیوں کہ جس کے
لیے آپ رضی اللہ عنہ لفظ ”يَرْحَمُهُ اللَّهُ“ فرمادیتے وہ ضرور شہید ہو جاتا۔ یہ
آپ رضی اللہ عنہ کا معجزہ تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ رضی اللہ عنہ! آپ نے تو
انہیں شہادت کا مستحق قرار دے دیا ہے۔ کاش! ابھی ہمیں ان سے اور
فائدہ اٹھانے دیتے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ مزید بیان کرتے ہیں:

پھر ہم خیر آئے اور قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اس دوران ہمیں بہت سخت
مصائب و تکالیف اور فاقوں کا سامنا کرنا پڑا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے ہمیں
فتح و نصرت عطا فرمائی۔ جس دن قلعہ فتح ہونا تھا اس کی رات جب ہوئی تو
لشکر میں جگہ جگہ آگ جل رہی تھی۔ رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا، یہ آگ
کیسی ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ گوشت پکانے کے لیے، آپ رضی اللہ عنہ
نے دریافت کیا کہ کس جانور کا گوشت ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ پالتو گدھوں کا گوشت ہے۔

نبی اکرم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”تمام گوشت پھینک دو اور ہانڈیوں کو توڑ دو۔“

ایک صحابی نے عرض کیا، یا رسول اللہ رضی اللہ عنہ! ایسا کیوں نہ کر لیں کہ
گوشت تو پھینک دیں، اور ہانڈیوں کو دھولیں۔ رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے

”جس شخص نے یہ کہا ہے غلط کہا ہے بلکہ اسے تو دو گنا اجر و ثواب ملے گا۔“

یا فرمایا:

((إِنَّ لَهُ لَا جُرَيْنَ وَجَمَعَ بَيْنَ اصْبَعَيْهِ))
”انہیں تو دو ہر اثر و اجر ملے گا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ایک ساتھ ملایا۔“

((إِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُّجَاهِدٌ قُلٌّ عَرَبِيٌّ مَشَى بِهَا))
”انہوں نے تکلیف اور مشقت بھی اٹھائی، اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد بھی کیا۔ شاید ہی کوئی عربی ہو جس نے ان جیسی مثال قائم کی ہو۔“ [صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة ذات القرد، رقم الحديث: ۱۴۹۵، ۶۱۴۸۔ کتاب المغازی، باب ما يجوز من الشعر والرجز۔ صحیح مسلم، رقم الحديث: ۳۳۷۲، کتاب الجہاد والسير، باب غزوة ذي قرد وغيرها سنن نسائي، کتاب الجہاد، باب من قاتل في سبيل الله فارتد عليه سيفه فقتله۔ سنن ابی داؤد، کتاب

الجہاد، باب فی الرجل یموت بسلاحه]

اس حدیث مبارک سے ایک تو یہ بات واضح ہوئی کہ جو شخص جہاد کرتے ہوئے اپنے ہی ہتھیار یا اپنے ہی تیر و تلوار سے زخمی و مجروح ہو جائے اور فوت ہو جائے وہ بھی مرتبہ شہادت پر ہی فائز ہوگا۔

جیسا کہ اس حدیث مبارک میں بھی ہے جو سنن ابی داؤد میں ہے۔ حضرت ابوسلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے جبینہ کے ایک قبیلے پر حملہ کیا۔ مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے ان کے آدمی پر وار کیا۔ اور اسے مارنا چاہا مگر وار خطا ہو گیا اور اس کی تلوار اسے ہی لگ گئی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

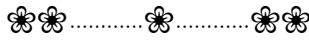
((أَخَوْكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ! فَأَبْتَدَرَهُ النَّاسُ فَوَجَدُوهُ قَدْ مَاتَ فَلَفَّهٗ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِبِئَابِهِ وَدَمَائِهِ وَصَلَّى عَلَيْهِ وَدَفَنَهُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَشْهَيْدٌ هُوَ؟ قَالَ نَعَمْ وَأَنَا لَهُ شَهِيدٌ)) [سنن ابی داؤد، کتاب

الجہاد، باب فی الرجل یموت بسلاحه]

”اے مسلمانو! تمہارا بھائی (اس کی خبر لو) لوگ بھاگ کر اس کی طرف گئے، تو دیکھا وہ فوت ہو چکے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو اسی کے کپڑوں میں خون سمیت لپیٹ دیا، اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اسے دفن کر دیا۔ لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا وہ شہید ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اور میں اس کے لیے گواہ ہوں۔“

ان دونوں روایات سے جہاں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اپنی تلوار سے میدان جنگ میں زخمی و مجروح ہو کر فوت ہو جانے والا بھی مرتبہ شہادت حاصل کرتا ہے۔ وہاں حدیث سابق میں حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ کے لیے یہ مژدہ و بشارت اور نوید و خوشخبری بھی موجود ہے کہ انہیں شہادت پر دوہرا اجر و ثواب اور دو گنا صلہ و بدلہ سے نوازا جائے گا۔

[جاری ہے]



ضرورتِ رشتہ

37 سالہ اعلیٰ تعلیم یافتہ، بزنس مین (قد 6 فٹ) پہلی بیوی موجود ہے (بوجہ ہپاٹائٹس) بیمار ہونے کی وجہ سے عقد ثانی کے لیے رشتہ درکار ہے۔ بلا جہیز رخصتی.....

ترجیاً دینی گھرانے سے رشتہ مطلوب ہے۔

سنجیدہ والدین یا سرپرست رابطہ کریں۔

انور مسرور

فون: 0334-9804255

رشوت کی تعریف اور اس کے بنیادی ارکان

از: عبد اللہ بن عبد المحسن الطریقی ترجمہ: مولانا نصیر احمد ملّی

”میرے دونوں کانوں نے یہ سنا اور میری آنکھوں نے اس کو دیکھا، اور تم زید بن ثابت سے پوچھ لو وہ بھی میرے ساتھ سننے میں شریک تھے۔“

[امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس کی تخریج کی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج: ۱۶، ص: ۲۸۷، امام مسلم نے بھی اس کی تخریج کی، شرح صحیح مسلم للنووی، ج: ۱۲، ص: ۲۱۸، ۲۲۲، دلیل الفالحین، ج: ۲، ص: ۳۴۵]

تحصیل داروں کا ہدیہ قبول کرنا حرام ہے۔ اس کی وجہ حضور ﷺ کے اس ارشاد سے عیاں ہوتی ہے کہ ”بھلا وہ اپنے ماں باپ کے گھر میں بیٹھ رہیں“..... یہ فقرہ بتاتا ہے کہ تحفہ حرام ہونے کی علت، ملازمت پر تقرری ہے۔ اس حدیث سے ملازمین، تحصیل داروں اور قاضیوں وغیرہ کے لیے تحفہ تحائف کی وصول یا بی حرام ہو جاتی ہے۔

[دلیل الفالحین، ج: ۲، ص: ۳۴۶، بتصرف] کیوں کہ ہدیہ دینے والا تحفہ کے وسیلہ سے تحفہ لینے والے کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتا ہے، اس لیے رشوت کی طرح اس سے تحفہ کی وصول یا بی بھی جائز نہیں ہوگی۔ [المغنی والشرح الكبير، ج: ۱۱، ص: ۴۳۷]

امام احمد اور بیہقی نے حضرت ابو حمید ساعدی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے عرابض سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((هَذَا يَا الْعُمَالُ غُلُولٌ))

”تحصیل داروں کے تحائف خیانت ہیں۔“ [کنز العمال،

ج: ۶، ص: ۵۶۔ حاشیہ الرہونی، ج: ۷، ص: ۳۱۲]

ہدیہ لینا مال غنیمت سے کچھ نکال لینے کے مترادف ہے اور مال غنیمت سے کچھ نکالنا بالاتفاق حرام ہے۔ اس لیے تحصیل داروں کے تحائف بھی حرام ہوں گے، ان کا لینا جائز نہ ہوگا۔

تحصیل داروں، والیوں اور ملازموں کو تحفہ وصول کرنے کی حرمت کے دلائل:

①..... امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

ہم سے علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا، ہم سے سفیان نے اور ان سے امام زہری نے نقل کیا ہے اور انہوں نے عروہ سے سنا کہ ابو حمید ساعدی نے ان سے بیان کیا رسول اللہ ﷺ نے قبلہ بنو اسد کے ایک شخص کو صدقہ وصول کرنے کے لیے مقرر فرمایا۔ اس شخص کو ابن لبیہ کہتے تھے۔ جب وہ صدقات وصول کر کے واپس آیا تو کہنے لگا، یہ آپ لوگوں کے لیے ہے اور یہ مجھے بطور ہدیہ دیا گیا ہے۔ یسین کر حضور ﷺ منبر پر تشریف لائے، سفیان بھی کہتے ہیں کہ آپ منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

ان تحصیل داروں کو کیا ہو گیا ہے؟ جنہیں ہم وصول یا بی کے لیے بھیجتے ہیں، جب وہ آتے ہیں تو کہتے ہیں، یہ آپ کا ہے اور یہ ہمارا ہے۔ بھلا یہ اپنے ماں باپ کے گھروں میں بیٹھ رہیں، پھر دیکھیں کہ کیا انہیں تحفہ تحائف کوئی لا کر دیتا ہے یا نہیں؟

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ جو چیز لے کر قیامت کے دن آئیں گے، اسے اپنی گردنوں پر اٹھائے ہوں گے۔ اگر وہ اونٹ ہوگا تو بلبلاتا ہوگا، گائے ہوگی تو چلاتی ہوگی اور بکری ہوگی تو میں میں کرتی ہوگی۔ پھر آپ نے دونوں ہاتھ بلند فرمائے یہاں تک کہ آپ کی بغل کی سفیدی میں نے دیکھ لی۔ پھر فرمایا:

سنو! کیا میں نے پہنچا نہیں دیا؟ یہ آپ نے تین بار فرمایا۔ سفیان کہتے ہیں: زہری نے یہ واقعہ ہم سے بیان کیا اور ہشام نے اپنے والد سے اور انہوں نے ابو حمید ساعدی سے اس قدر مزید نقل کیا ہے کہ

[حاشیہ الرہونی، ج: ۷، ص: ۳۱۱]

ابو یعلیٰ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: تحصیل داروں کے کل تحفے حرام ہیں۔

[کنز العمال، ج: ۶، ص: ۵۶، حاشیہ الرہونی، ج: ۷، ص: ۳۱۲]

اس حدیث سے تحصیل داروں کے تحفوں کی حرمت ثابت ہوتی ہے اور جو چیز حرام ہو اس کا لینا جائز نہیں ہے۔

طبرانی نے کبیر میں حضرت عصفہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((الْهَدِيَّةُ تَذْهَبُ بِالسَّمْعِ وَالْقَلْبِ وَالْبَصَرِ)) [کنز

العمال، ج: ۶، ص: ۵۶]

”ہدیہ کان، دل اور آنکھوں کو چھین لیتا ہے۔“

تحفہ اور ہدیہ، لینے والے کے احساسات اور جذبات کو مسخر کر دیتا ہے اور اسے تمام تر دینے والے کا تابع فرمان بنا دیتا ہے خواہ وہ باطل پر کیوں نہ ہو اور جو تحفے تحصیل داروں کو اس طرح اندھا اور بہرا بنا دیں، ان کی حیثیت حرام ہوگی۔

دیلیمی نے مسند فردوس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((الْهَدِيَّةُ تَعْمُورُ عَيْنَ الْحَكِيمِ))

”تحفے تحائف حکمت والے آدمی کو بھی اندھا بنا دیتے ہیں۔“

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ نے اپنے نبیوں پر وحی نازل فرمائی اس میں میں نے یہ پڑھا کہ ”ہدیہ حکمت والوں کی آنکھیں پھوڑ دیتا ہے۔“ [کشاف القناع عن متن الاقناع، ج: ۶، ص: ۳۱۷]

ہدیہ کی وجہ سے ہدیہ لینے والا دینے والے کو صرف پسندیدگی کی نظروں سے دیکھتا ہے۔ اس کو نا پسندیدگی کی نظر سے دیکھ بھی نہیں سکتا، اور یہ آنکھیں تحفے تحائف کی وجہ سے سیر اور آسودہ ہوتی ہیں۔ یہی اس بات کا اشارہ ہے کہ لینے والا اپنی بداخلاقی کے سبب اس برائی کا خوگر ہوتا ہے اور جو چیز اخلاق میں بگاڑ لانے کا سبب بنتی ہے وہ بھی حرام ہے۔ بنا بریں تحصیل داروں اور ملازمین کا ہدیہ لینا حرام ہے۔

[فیض القدیر، ج: ۶، ص: ۳۵۷ بتصرف]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((أَخَذُ الْأَمِيرَ الْهَدِيَّةَ شُحْتُ وَقَبُولُ الْقَاضِي الرِّشْوَةَ كُفْرٌ))

”امیر کا ہدیہ لینا حرام ہے، اور قاضی کا رشوت لینا کفر ہے۔“

اس روایت کو امام احمد رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے۔

[کنز العمال، ج: ۶، ص: ۵۶]

خطیب رضی اللہ عنہ نے تلخیص میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول روایت کے ملتی جلتی ایک حدیث نقل کی ہے کہ تحصیل داروں کا تحفہ لینا سخت (حرام) ہے۔ [نیل الاوطار، ج: ۸، ص: ۲۷۸]

سخت رشوت ہے اور رشوت کا لینا حرام ہے، اسی طرح ہدیہ کا لینا بھی حرام ہوگا اور سخت کا لینا بھی یکساں طور پر حرام ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَكْلُونِ لِلسَّحْتِ -

”(رشوت کا) حرام مال کھانے والے ہیں۔“

اسی طرح امیر کا ہدیہ لینا بھی حرام ہوگا۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے ارشاد کو نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اسْتَعْمَلَنَا عَلَى عَمَلٍ فَرَزْنَاهُ رِزْقًا.....

مَنْحُنَاهُ مُرْتَبًا..... فَمَا أَخَذَهُ بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ غُلُولٌ))

”جس شخص کو ہم نے کسی کام کے لیے مقرر کیا اس کے لیے کچھ..... روزینہ..... مقرر کر دیا، پھر اس کے علاوہ وہ جو کچھ لے گا،

خیانت ہوگی۔“

اس روایت کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔ [نیل الاوطار، ج: ۸،

ص: ۲۷۸]

ملازم کا تنخواہ پانے کے باوجود ہدیہ لینا خیانت متصور ہوگا، اور خیانت کرنا حرام ہے اس لیے ہدیہ لینا بھی حرام ہوگا۔

حضرت عدی بن عمیرہ کندی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ لَنَا عَلَى عَمَلٍ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے تحصیل داروں کے پاس یہ فرمان لکھ کر بھیجا تھا:

((إِيَّاكُمْ وَالْهَدَايَا فَإِنَّهَا مِنَ الرِّشَا)) [المستولية

الجنائية فى الفقه الاسلامى، ص: ۷۶]

”ہدیہ اور تحفہ سے بچو، کیوں کہ یہ بھی رشوت ہے۔“

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے تحصیل داروں سے صاف صاف فرما دیا کہ ہدیہ رشوت کی ایک قسم ہے، اس لیے ملازمین کو اس کا لینا حلال نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((يَأْتِ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يُسْتَحِلُّ فِيهِ الشُّحُتُ

بِالْهَدِيَّةِ)) [معين الحكام، ص: ۱۷]

”ایک زمانہ آئے گا جب لوگ سحت کو ہدیہ کہہ کر اپنے لیے حلال کر لیں گے۔“

عہدہ داروں کو جو تحفے دیئے جاتے ہیں، وہ بھی درپردہ رشوت ہیں۔ انہیں محض آڑ اور حیلہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، اور جس حرام چیز کو حرام کام کے لیے حیلہ اور آڑ کے طور پر استعمال کیا جائے، وہ بھی حرام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن عہدیداروں کو اس لیے تحفہ دیا جاتا ہے کہ اس سے کسی حرام کام کو مباح کر لیا جائے تو اس کا لینا بھی حرام ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو تحصیل دار بنایا، آپ لوٹے تو آپ کے پاس کچھ مال تھا۔ حضرت عمر نے پوچھا تمہیں یہ کہاں سے مل گیا؟ انہوں نے کہا: مجھے تحفہ کے طور پر ملا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ گھر میں بیٹھ رہتے، پھر دیکھتے کہ کوئی تحفہ دیتا ہے یا نہیں دیتا؟ اس کے بعد آپ نے وہ مال لے لیا اور اسے بیت المال میں داخل فرما

دیا۔ [عون المعبود شرح سنن ابوداؤد، ج: ۹، ص: ۴۹۷]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے تحفہ وصول کرنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انہیں ڈانٹنا پھر اسے لے کر بیت المال میں جمع کر دینا اس کی دلیل ہے کہ ملازمین کا تحفہ لینا حرام اور رشوت کی قبیل سے ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے واپس نہیں لیتے۔

فَكْتَمْنَا مِنْهُ مَخِيطًا فَمَا فَوْقَهُ فَهُوَ غِلٌّ يَأْتِي بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ أَسْوَدٌ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ: فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَقِلْ عَنِّي عَمَلَكَ، قَالَ وَمَا ذَلِكَ، قَالَ سَمِعْتُكَ تَقُولُ كَذَا وَكَذَا قَالَ وَأَنَا أَقُولُ ذَلِكَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلَى عَمَلٍ فَلَيَأْتِ لِقَائِهِ وَكَثِيرُهُ فَمَا أُوتِيَ مِنْهُ أَخَذَهُ (أَخَذَ) وَمَا نَهَى عَنْهُ (انتهى)) [عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، ج: ۹، ص: ۴۹۷]

”لوگو! تم میں سے جو کوئی ہمارے کسی کام پر مامور ہو، اور ایک دھاگیا اس سے بڑی کوئی چیز چھپالے، تو یہ فعل خیانت ہوگا اور اسے قیامت کے دن اس کو حاضر کرنا ہوگا۔ ایک انصاری کھڑے ہوئے، ان کا رنگ سیاہ تھا گویا اب بھی وہ میری نظروں میں گھوم رہے ہیں، انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ مجھ سے اپنے فلاں کام کی ذمہ داری واپس لے لیجیے آپ نے فرمایا وہ کس لیے؟ انہوں نے کہا: کیوں کہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے ایسا ایسا فرمایا ہے، آپ نے فرمایا: اب بھی میں وہی کہتا ہوں کہ ہم نے جس کسی کو کسی کام پر مامور کیا اسے چاہیے کہ اس کے پاس کم یا زیادہ جو کچھ ہے واپس کر دے پھر اس میں سے اس کو جو دیا جائے اسے لے لے، اور جس سے روکا جائے اس سے باز آ جائے۔“

اس حدیث کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔

تحصیل دار اور کارگزداروں کو ان کی کارگزاری کے سبب تحفہ تحائف ملا کرتے ہیں۔ لہذا کارگزاری کے سبب جو کچھ ملے اس کو امام اور والی کے حوالہ کرنا واجب ہے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ ہو۔ اب اگر اس نے امام سے چھپایا یا اس کے حوالہ نہ کیا تو ظاہر ہے یہ خیانت ہوگی اور قیامت کے دن اس سے لازمی طور پر باز پرس ہوگی، اور جس چیز پر باز پرس اور عتاب ہو اس کا لینا جائز نہیں ہے۔ خاص طور پر اس لیے بھی کہ امیر نے لوگوں سے تحفہ وصول کرنے سے اسے منع کر رکھا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((السُّحْتُ أَنْ تَطْلُبَ لِاخِيكَ حَاجَةً فَتَقْضِيَّ
فِيهِدِي إِلَيْكَ هَدِيَّةً فَتَقْبَلَهَا مِنْهُ))

[حاشیہ الرھونی، ج: ۷، ص: ۳۱۳]

”سخت یہ ہے کہ تمہارے بھائی کو کوئی حاجت درپیش ہو، اور تم اسے پورا کر دو۔ پھر وہ تمہیں کوئی ہدیہ دے اور تم اسے قبول کر لو۔“
ضرورت پوری کیے جانے پر جو تحفہ دیا جاتا ہے وہ رشوت ہوتی ہے اور اگر ضرورت کی تکمیل سے پیشتر لیکن اسی ضرورت کی انجام دہی کے لیے جو تحفہ دیا جائے گا وہ بھی بدرجہ اولیٰ سخت میں شمار ہوگا اور سخت حرام ہے۔ اس لیے عہدہ داروں کو کاموں کے انجام دینے کے لیے جو کچھ دیا جاتا ہے وہ بھی حرام ہے۔
کسی تحصیل دار یا عامل کو تحفہ یا تو اس سے ڈر کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ نرم پڑ جائے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے یا جو اختیارات اسے حاصل ہوں ان کی لالچ میں اسے تحفہ دیا جاتا ہے تاکہ اس کو فائدہ پہنچے۔ اس لیے یہ بھی رشوت ہے جس کا قبول کرنا جائز نہیں ہے۔

سابقہ دلائل سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ملازمین عام طور پر جس قسم کا ہدیہ وصول کرتے ہیں اس کا لینا حرام ہے۔ البتہ کچھ صورتیں ضرور مستثنیٰ ہیں۔ اسی طرح حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے تحفے لینے سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ وہ حضور اکرم رضی اللہ عنہ کی اجازت پر تحفہ لیتے تھے، بغیر اجازت انہوں نے بھی تحفہ نہیں لیا ہے۔ چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے قیس بن حازم سے اور انہوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور رضی اللہ عنہ نے مجھے یمن بھیجا اور فرمایا: ”میری اجازت کے بغیر کوئی چیز قبول نہ کرنا وہ خیانت ہوگی۔“ [فتح الباری شرح صحیح

البخاری، ج: ۱۶، ص: ۲۹۰]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول خدا رضی اللہ عنہ کے نہایت فرماں بردار صحابی تھے۔ آپ کی تعلیمات کے پیروکار تھے۔ انہوں نے تحفہ صرف اسی صورت میں قبول کیا جب کہ اللہ کے رسول رضی اللہ عنہ نے خود آپ کو ان کی ایک خصوصیت کے تحت اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت یہ تھی کہ آپ نہایت دریا دل اور فیاض تھے۔ اسی فیاضی کی وجہ

سے آپ کے ذمہ کافی قرض واجب الادا تھا۔ [الروض النضیر، ج: ۴، ص: ۱۱۹۔ نہایۃ المحتاج شرح المنہاج، ج: ۶، ص: ۵۸]
چنانچہ حضرت عبید بن صخر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے معلوم ہوا کہ تم قرض میں مبتلا ہو۔ اس لیے تمہاری خاطر تحفہ لینا پاکیزہ ہوگا۔ اب اگر تمہارے پاس کوئی تحفہ لے کر آئے تو اسے قبول کر لو۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں نقل کیا ہے۔ [کنز العمال، ج: ۶، ص: ۵۸، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج: ۱۱، ص: ۴۰۷]

حلال و حرام اور جائز و ناجائز تحفوں اور ہدایا کی تفصیل سامنے آ جانے کے بعد ہمارا فرض ہے کہ اس کا موازنہ امام غزالی رحمہ اللہ کی اس تشریحی عبارت سے کریں، جس کو انہوں نے حضور رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے اخذ کرتے ہوئے قلم بند کیا ہے۔ آپ کی عبارت کا متن حسب ذیل ہے: ”اس قدر سخت احکام کے ثابت ہو جانے کے بعد قاضی، والی اور ان کے قائم مقام لوگوں کو چاہیے کہ وہ یہ دیکھیں کہ اگر وہ معزول ہو کر اپنے گھر میں اپنے ماں باپ کے یہاں بیٹھ رہیں تو انھیں کیا کیا اور کتنا تحفہ ملے گا۔ جتنا اس وقت مل سکتا ہے اتنا ہی آج برسر کار ہوتے ہوئے انہیں لینے کی اجازت ہے اور جس تحفے اور ہدیے کی بابت انہیں یقین ہے کہ وہ ان کی کارگزاری اور حاکمیت کی وجہ سے مل رہا ہے اس کا لینا انہیں حرام سمجھنا چاہیے اور دوستوں کے جو تحفے ان کی نظر میں مشکوک ہوں کہ معزولیت کے بعد بھی وہ دیں گے یا نہیں، ان کی حیثیت مشتبہ کی سی ہے انہیں اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ [الحلال والحرام فی الاسلام، ص: ۳۲۲، حاشیہ الرھونی، ج: ۷، ص: ۳۱۳]

یہ تو ہوا لیکن اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ مطلقاً تحفہ تحائف نہ لینا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ نے اپنے حاشیہ میں لکھا ہے: ”اس میں شک نہیں کہ ہدیہ قبول نہ کرنا ہی مقبول اور پسندیدہ ہے۔“ [حاشیہ ابن عابدین، ج: ۵، ص: ۳۷۳]

”صاحب کشف القناع“ کہتے ہیں تحفہ قبول کرنے سے اس کا نہ قبول کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اس لیے کہ وہ اس سے کیوں کر بچ سکتا ہے کہ یہ آئندہ کسی فیصلہ کے تحت دیا جا رہا ہے۔ [کشف القناع عن متن

[الافتاء، ج: ۶، ص: ۳۱۷]

”نہایت المحتاج“ میں ہے تحفہ تحائف پر مکمل پابندی عائد کرنے کے لیے مطلق تحفہ لینے پر پابندی عائد کرنا بدرجہا بہتر ہے۔

[نہایت المحتاج شرح المنہاج، ج: ۸، ص: ۹۶]

یہی وجہ تھی کہ جب روم کی شاہزادی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ کلثوم بنت علی بن ابوطالب کو تحفہ بھیجا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس تحفہ کو رد کر دیا اور اہلیہ کو اس کے قبول کرنے سے منع فرما دیا۔

[احکام القرآن للجصاص، ج: ۴، ص: ۸۷]

سفارش کے لیے ہدیہ:

اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی والی مملکت کے پاس کسی کی سفارش لے کر جائے تاکہ والی اس پر توڑے جانے والے مظالم کا سد باب کرے، یا اس کا حق اس تک پہنچا دے، یا اسے کسی ذمہ داری یا عہدہ پر فائز کرے، یا مسلح افواج میں اس کی بھرتی کرا دے اور وہ شخص اس سبب کی اہلیت رکھتا ہے، یا اس شخص کی غریبوں پر وقف مال یا دوسری کسی مدد سے امداد کر دے اور وہ شخص اس کا مستحق ہے، یا اسی قسم کی کوئی اور ایسی سفارش کا خواہاں ہے جس میں کسی واجب فعل کی اعانت، یا حرام کام سے پرہیز لازم آتا ہے، تو ان سفارشات میں ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اگرچہ ہدیہ دینے والا اپنے حق کو حاصل کرنے، یا ظلم کو دفع کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ خرچ کرے۔

[مجموعہ فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ج: ۳۱، ص: ۲۸۶]

لینے والے کے لیے لینا حرام ہے، اس کا ثبوت حضور ﷺ کا یہ ارشاد ہے جس کو حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ

((مَنْ شَفَعَ لَإِخِيهِ شَفَاعَةً فَأَهْدَى لَهُ هَدِيَّةً فَقَبِلَهَا مِنْهُ فَقَدْ أَتَى بَابًا عَظِيمًا مِنْ أَبْوَابِ الرَّبِّ))

”جس نے اپنے بھائی کے لیے کوئی سفارش کی، اور اس نے اسے کوئی ہدیہ دیا اور لینے والے نے اس کو قبول کر لیا، تو اس نے سود کے ایک بڑے دروازے میں گھسنے کا ارتکاب کیا۔“

اس روایت کو امام احمد اور ابوداؤد رحمہما نے نقل کیا ہے۔

[کنز العمال، ج: ۶، ص: ۵۶]

سفارشات پر ہدیہ قبول کرنا سود کی قبیل سے ہے، اور سود حرام ہے اس لیے اس کا قبول کرنا بھی حرام ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سخت کی بابت پوچھا گیا آپ نے فرمایا سخت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے لیے کسی قسم کی سفارش کرو، اور اس پر وہ کوئی ہدیہ دے اور تم اس کو قبول کر لو، کسی نے عرض کیا، اگر یہ ہدیہ کسی باطل غرض کے تحت ہو تو آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تو کفر ہے۔

[مجموعہ فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ج: ۳۱، ص: ۲۸۶]

اس لیے کہ

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

الْكٰفِرُونَ﴾ [المائدة: ۴۴]

”جو لوگ اللہ کے نازل کیے گئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔“

آپ کے اس ارشاد میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ سفارش پر تحفہ لینا سخت ہے، اور سخت کا لینا حرام ہے۔ اس لیے سفارش پر ہدیہ لینا بھی حرام ہوگا۔

بعض متاخرین فقہاء جیسے علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے البتہ سفارش پر ہدیہ قبول کرنے کی رخصت دی ہے۔ [مجموعہ فتاویٰ شیخ

الاسلام ابن تیمیہ، ج: ۵۰، ص: ۲۲۷]

چنانچہ علامہ موصوف فرماتے ہیں:

”جس نے کسی دوسرے کی قید نہیں لگائی، پھر اس شخص نے اس حسن سلوک پر اسے کوئی ہدیہ دیا، تو وہ مستحسن ہوگا۔ ہماری نظر میں مکروہ شمار نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ اس کی حیثیت اس شکرانے کی ہے جو محسن کو پیش کیا جاتا ہے اور خوش دلی سے دیا جاتا ہے اس کی ممانعت کے سلسلے میں قرآن وحدیث سے ہمارے علم میں کوئی چیز وارد نہیں ہے۔ البتہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی ممانعت کی روایت ضرور نقل کی ہے۔ لیکن یہ کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے ممانعت ثابت

ہوتی ہو۔ [المحلی لابن حزم، ج: ۹، ص: ۱۵۸]

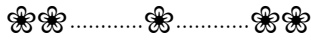
مسئلہ:

فریقین کا مقدمہ جب تک زیر سماعت ہو۔ [حاشیہ الدسوقی علیٰ

شرح الدررذیز، ج: ۴، ص: ۱۶۵]

گواہوں کے جانین سے کسی قسم کا تحفہ یا ہدیہ لینا حرام ہے، اسی طرح ظلم کے دفعیہ پر مظلوم کا ہدیہ دینا اور دفع کرنے والے کا ہدیہ لینا ہر دو فعل حرام ہوگا۔ [حاشیہ ابن عابدین، ج: ۵، ص: ۳۶۲]

اور جو صاحب اقتدار مظلوم سے ظلم کے دفعیہ یا ضرورت مندوں سے ان کی حاجت روائی کے صلہ میں تحائف وصول کرتے ہیں، وہ بھی رشوت کی قبیل سے ہے۔ اس لیے کہ مسلمان بھائی کی ضرورت یا اس سے مظالم کو دفع کرنا اس کی مقدرت رکھنے والے ہر مسلمان پر فرض ہے۔ [جاری ہے]



لیکن دیکھا جائے تو علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کی یہ رائے سنت نبوی اقوال صحابہ اور ائمہ کے اقوال سے یکسر جدا گانہ اور مختلف ہے۔ اس لیے گزشتہ صفحات پر ایسی روایتیں ذکر کی جا چکی ہیں، جن سے ہدیہ قبول کرنے کی ممانعت واضح ہوتی ہے۔ نیز ان کی روشنی میں علامہ موصوف کا یہ قول رد ہو جاتا ہے کہ ”حدیث سے اس کی ممانعت وارد نہیں“ اور انہوں نے جو یہ کہا ہے کہ ”یہ محسن کے شکرانے کے طور پر ہے“ یہ بھی درست نہیں۔ اس لیے کہ کسی محسن کا اس طرح شکر یہ ادا نہیں کیا جاسکتا، جو سنت کے خلاف ہو اور از روئے سنت حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ثابت ہے کہ

((مَنْ شَفَعَ لَإِخِيهِ الْخ))

یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے (یعنی جس نے اپنے بھائی کے لیے سفارش کی۔)

بیاد الاعتصام کی اشاعت خاص مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجپانی

خصوصیات: سوانح، شخصیت، ۶۰ سالہ علمی سنگ دتاز، صحافتی اور ملی خدمات، سیاسی کردار، کمرے علاوہ، منتخب خطوط، یاد و تحریریں، اور منظوم خراج عقیدت

1230 صفحات، ولایتی بائبل پیپر، چہار رنگہ دیدہ زیب سرورق، مضبوط جلد

نامور اہل علم و قلم کی یادگار تحریریں، مولانا کے نیاز مندوں کے حقیقت پر مبنی تاثرات اور علمی خطوط اس خصوصی اشاعت کی زینت ہیں۔

قیمت
400/-
روپے

ڈاک خرچ بذمہ خریدار

رابطہ کے لیے

ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ لاہور 54000 وی پی ارسال کرنے سے معذرت لہذا اصرار نہ کریں

ایک عیسائی خاتون کے سوالات

مولانا خاور رشید بٹ (دارالعلوم المحمدیہ لوکو ورکشاپ، مغل پورہ، لاہور)

وقت میں یہ جاہل کو بھی متاثر کرتی ہے اور عالم کو بھی۔ اہل عرب جو کہ اپنی زبان پر اتنا گھمنڈ کرتے تھے کہ باقی تمام دنیا کو عجی یعنی گونگے کہتے تھے اس کا مقابلہ نہ کر سکے اور نہ ہی اس چیلنج کو توڑ سکے بلکہ آج تک ایسا نہیں ہو سکا اور نہ ہی ہوگا۔

اگر یہ انسانی کلام ہوتا اور انسان بھی ایسا پڑھا لکھا نہیں تو کسی موقع پر اس کا مقابلہ ہو سکتا، ایسا نہیں ہوا۔ معلوم ہوا یہ کلام خداوندی ہے اگر یہ سوال پیدا ہو کہ ہم تو عربی نہیں جانتے اس چیلنج کو قبول نہیں کر سکتے تو اس کے دو جواب ہیں:

(اول): ہمارے نبی کوئی قبل از تاریخ کے انسان نہیں بلکہ ان کی زندگی کا ایک ایک پہلو احاطہ تحریر میں آچکا ہے۔ ماضی کی ورق گردانی کر کے کوئی پیش تو کیا جائے کہ کسی نے یہ چیلنج قبول کیا تھا اور دیکھو اس کی کلام اس کا مقابلہ کرتی ہے۔

(ثانی): ایسے لوگوں کے لیے بھی قرآن مجید نے ایک چیلنج اور دلیل رکھی ہے۔ کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت کچھ اختلاف بیانی پاتے۔

[النساء: ۸۲]

اگر کوئی اسے انسانی کلام ثابت کرنا چاہتا ہے تو کسی ایک جگہ پر اس کا تضاد واضح کر دے۔ قرآن کا کلام انسانی ہونا ثابت ہو جائے گا۔

لیکن یہ یاد رکھیں بالفرض اگر کوئی تضاد سامنے نہیں لاتا ہے اور کسی عالم دین سے وضاحت طلب کرتا ہے تو وہ اس کا تسلی بخش جواب نہیں دے پاتا تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ قرآن میں تضاد ہے۔ کیوں کہ ممکن ہے وہ اس مسئلے میں ماہر نہ ہو۔ قرآن مجید نے واضح کیا ہے کہ کسی

باخبر اور ماہر سے سوالات کرنے چاہئیں۔ [الفرقان: ۵۹]

سوال: قرآن مجید کلام خداوندی ہے، ثابت کریں؟
جواب: کسی کا بھی دعویٰ جانچنے کے لیے کہ وہ صحیح ہے یا غلط اس کے پیش کردہ اصول یا چیلنج قبول کر کے دیکھ لیا جائے تو حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید نے دعویٰ کیا:

﴿تَنْزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾

[السجدة: ۲]

”بلاشبہ اس کتاب کا اتنا تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے۔“

یہ دعویٰ قرآن مجید کے مختلف مقامات پر ہے۔ دیکھیں الانعام: ۶/۱۹، النمل: ۶/۲۷

اس دعویٰ کی دلیل اور چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:

کہہ دو کہ اگر انسان اور جن سب کے سب مل کر اس قرآن جیسی کوئی چیز لانے کی کوشش کریں تو نہ لاسکیں گے چاہے وہ سب کے سب ایک دوسرے کے مددگار رہی کیوں نہ ہوں۔ [بنی اسرائیل: ۸۸]

دوسرے مقام پر ہے: کیا یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے یہ کتاب خود گھڑ لی ہے۔ کہو اچھا یہ بات ہے تو اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں تم بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جو جو تمہارے معبود ہیں ان کو مدد کے لیے بلا سکتے ہو تو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ [ہود: ۱۳]

اس میں مزید آسانی کر دی گئی۔ تیسری جگہ تو بالکل آسان چیلنج دیا۔ اگر تمہیں اس امر میں شک ہے کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے یہ ہماری ہے یا نہیں تو اس کی مانند ایک سورت بنا لاؤ۔ الخ [البقرة: ۲۳]

قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت اور انداز ایسا ہے کہ ایک ہی

کہاں کا انصاف ہے؟ اگر آپ اس پر تفصیلی گفتگو کرنا چاہیں تو ہم حاضر ہیں۔ (ان شاء اللہ)

سوال: قرآن مجید کی رو سے سب سے پاک دامن عورت کون سی ہے؟

جواب: اس کے فہم سے قبل آپ کے ذمے پاک دامنی کا افہام ضروری ہے۔

بالفرض آپ کا معیار یہ ہے کہ بدکاری نہ کی ہو، چھیڑ چھاڑ نہ کی ہو تو ایسی پاک دامن عورتیں بے شمار ہیں جن سے مریم علیہا السلام کہ جن کے متعلق آپ کا سوال ہے خصوصیت ختم ہو جاتی ہے۔

بالفرض محض بدکار نہ ہونا معیار ہے خواہ چھیڑ چھاڑ ہو تو ایسی خواتین بھی لا تعداد ہیں۔

بالفرض معیار قرآن مجید میں تذکرہ ہے تو اس بات کی دلیل کہ آسمانی کتاب میں تذکرہ سب سے زیادہ پاک دامنی کا سبب کیا ہے؟ یا کسی آسمانی کتاب نے یہ معیار رکھا ہے؟

اگر ایسا نہیں اور یقیناً ایسا نہیں تو یعنی بحث کا فائدہ؟ اگر بالفرض اس معیار کو تسلیم کر لیا جائے تو بھی خصوصیت نہیں رہتی۔ کیوں کہ قرآن پاک تو صادق طاہرہ مطہرہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی بھی بیان کر رہا ہے۔ [النور: ۱۱ تا ۲۰]

اس ضمن میں میرا بھی ایک سوال ہے۔

ایک پاک دامن خاتون کی پاک دامنی پر تمام عمر کسی کو اشارہ تک کرنے کی جرأت نہ ہو اور دوسری پاک دامن خاتون جس نے تمام عمر الزامات برداشت کیے، بتائیں فضل اور بہتر کون ہے؟

سوال: قرآن مجید میں ذبیح کسے کہا گیا؟

جواب: باعتبار قرآن ذبیح ہونے کا اعزاز و شرف حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حاصل ہے۔ اس کے دلائل ذیل میں ہیں۔

①..... یہ واقعہ سورۃ الصافات رقم: ۳۷، آیات: ۱۰۰ تا ۱۱۱ میں ہے کہ جس کے محض سیاق و سباق پڑھنے سے ہی یہ بات بے غبار ہو جاتی ہے کہ ذبیح کون ہے؟ کیوں کہ اہل کتاب اور اہل اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے دوہی صاحبزادے تھے اور اس واقعہ کے بعد قرآن

سوال: کیا قرآن مجید کے اندر احکام شریعت و آئین و قوانین موجود ہیں؟

جواب: قرآن مجید میں اس حیات چند روزہ کے گزر بسر کے لیے جملہ قوانین موجود ہیں۔ اس حوالے سے باقاعدہ کتب دستیاب ہیں۔

علامہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ کی کتاب ”نیل المرام فی تفسیر آیات احکام“ قابل ذکر ہے جس میں احکام و قوانین کی تمام آیات قرآنیہ کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ مارکیٹ میں اس کا ترجمہ بھی دستیاب ہے۔ اگر آپ کا سوال کسی خاص پس منظر میں ہے تو اسے منظر عام پر لائیں۔

سوال: ہاتھ کاٹنے کی سزا کا حکم کس نبی پر نازل ہوا تھا؟

جواب: اگر تو یہ سوال ہے کہ پہلے انبیاء میں سے کس پر نازل ہوا۔ تو اس کا جواب دینے سے ہم قاصر ہیں کیوں کہ کتاب و سنت میں اس کی کوئی دلیل وارد نہیں ہوئی۔ اگر محض نبی جاننا مقصود ہے تو ہمارے نبی علیہ السلام پر یہ حکم نازل ہوا۔

اگر چوری کی سزا کے طور پر ہاتھ کاٹنے کا سوال ہے تو یہ صرف قرآن مجید میں ہے اور اگر کسی کا ہاتھ کاٹنے کے بدلے میں ہاتھ کاٹنا مراد ہے تو اس سزا کا تذکرہ بائبل میں بھی ہے۔ دیکھیں: خروج باب: ۲۱، فقرہ: ۲۴

سوال: کیا قرآن مجید کی رو سے ہم نجات پاسکتے ہیں؟

جواب: بالکل اور اس کے لیے قرآن مجید کا ایک ہی مقام کافی ہے ورنہ یہ مسئلہ تو کئی مرتبہ مختلف انداز سے بیان ہوا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ”یقیناً جس نے برے کام کیے اور اس کی خطاؤں نے اسے گھیر لیا وہ ہمیشہ کے لیے جہنمی ہے اور جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں وہ جنتی ہیں۔ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔“

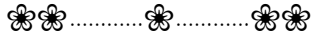
[البقرہ: ۸۱، ۸۲]

اگر آپ تصلیب مسیح کو کفارہ اور نجات خیال کرتی ہیں تو یہ بالکل عبث اور غلط بات ہے۔ کیوں کہ ہر آسمانی کتاب نے یہی اصول دیا ہے کہ کوئی کسی کے گناہ میں نہ پکڑا جائے گا۔ نیز عقلی لحاظ سے بھی درست یہی ہے۔ آپ انصاف سے بتائیں گناہ ہم کریں اور سزا کوئی اور بھگتے یہ

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذبح حضرت اسماعیل ہی تھے۔ دیکھیں پیدائش باب: ۲۲، فقرہ: ۲ کہ لکھا ہے: تو اپنے بیٹے اسحاق کو جو تیرا اکلوتا ہے..... سوختنی قربانی کے طور پر چڑھا۔

گو یہاں اسحاق علیہ السلام کا نام لیا گیا لیکن اگلا لفظ ”اکلوتا“ چغلی کھا رہا ہے کہ دراصل یہ حکم اس بیٹے کے متعلق ہے جو اکلوتا تھا اور سب جانتے ہیں کہ یہ صرف حضرت اسماعیل تھے۔

کیوں کہ حضرت اسحاق کی پیدائش کے وقت حضرت اسماعیل موجود تھے تو وہ اکلوتے کیسے بنے۔ ذرا غور فرمائیں۔



ضرورت معلم ومعلمہ

عالم دین خطبہ جمعہ دینے کے ساتھ ساتھ جو بچوں کو دینی تعلیم بھی دے سکے۔

ایک عالمہ جو اہل حدیث اور غیر اہل حدیث کے ادارے میں قرآن و حدیث کی تعلیم دے سکے، کی ضرورت ہے۔ مشاہرہ معقول دیا جائے گا۔

ملک عبدالوہاب، جوہر آباد

فون: 0333-6813820

سیرت امام اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس

۱۵ نومبر بروز اتوار ۲ بجے دوپہر بلدیہ ہال اوکاڑا میں کانفرنس ہوگی۔ زیر صدارت: پروفیسر ڈاکٹر محمد حمود لکھوی صاحب

مقررین: میتھیو پال سلمان گل، ڈاکٹر ذاکر نایک (ٹیلی فونک خطاب)، پروفیسر طالب الرحمن شاہ، سید سبطین شاہ نقوی، مولانا محمد عبداللہ ثار، مولانا منظور احمد و دیگر علمائے کرام خطاب فرمائیں گے۔

[محی الدین کنگن پوری و اراکین کانفرنس کمیٹی اوکاڑا شہر]



نے کہا کہ ہم نے ابراہیم کو اسحاق کی بشارت دی۔

[الصافات: ۱۱۲]

تو معلوم ہوا یہ واقعہ اسحاق کے علاوہ کسی کے ساتھ پیش آیا اور وہ اسماعیل ہی تھے۔

②..... اس واقعہ سے قبل ابراہیم علیہ السلام کی دعا منقول ہے کہ اے میرے رب! مجھے نیک بیٹا عطا فرما۔ [الصافات: ۱۰۰]

اگر اس دعا سے قبل کوئی بیٹا تھا تو دعا کرنے کا مقصد چہ معنی دارد؟ یعنی یہ واقعہ اس بیٹے کے حوالے سے ہے جس سے قبل ابراہیم علیہ السلام کے ہاں اولاد نہ تھی۔

③..... اسحاق علیہ السلام کے بشارت کے ساتھ ان کی نبوت کی بشارت بھی سنائی۔ [الصافات: ۱۱۲]

جس سے سمجھ آتی ہے کہ جس بیٹے کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا اس کی عمر ابھی تھوڑی ہی تھی۔

یہ واقعہ اسحاق کے ساتھ کیوں کر ہوا؟ ان کو نبوت کی بشارت سے سمجھ آتی کہ وہ صاحب عمر ہوں گے۔ تو ثابت ہوا یہ واقعہ ان کے ساتھ پیش آیا کہ جن کو لمبی عمر پانے کی خوش خبری نہ تھی۔

اگر بالفرض اسحاق علیہ السلام کو ذبح مان لیں تو ابراہیم علیہ السلام باری تعالیٰ کا جو امتحان لینا مقصود تھا مفقود ہو جاتا۔ کیوں کہ انہیں اسحاق علیہ السلام کے صاحب عمر ہونے کا علم تھا۔

④..... بشارت اسحاق علیہ السلام کے جہاں ان کے صاحب نبوت (کہ جس سے ان کے صاحب عمر ہونے کی بھی سمجھ آتی ہے) ہونے کی خوش خبری ہے تو وہاں ان کے صاحب اولاد ہونے کا مژدہ بھی سنایا۔

[ہود: ۷۱]

اگر ذبح ہونے کے حکم کا تعلق ان سے ہوتا تو آزمائش مقصود و مفقود تھی۔ کیوں کہ انہیں علم ہوتا کون سا اسحاق علیہ السلام نے ذبح ہونا ہے۔ اس نے تو نبی بھی بنتا ہے اور صاحب اولاد بھی۔

ثابت ہوا یہ حکم دوسرے بیٹے کے حوالے سے ہے اور وہ اسماعیل ہیں۔ باوجود بائبل کے محرف ہونے کے ایسی دلیل اور بات موجود ہے

مخلوط معاشرہ

امام عبدالمصیب

کے لباس ان کے اپنے اپنے ستر کے مطابق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مرد کا لباس عورت کے لباس سے نسبتاً چھوٹا اور کم کپڑوں پر مشتمل ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے۔ لباس کی تراش خراش اور ڈیزائن کے علاوہ رنگوں میں بھی فرق موجود ہے تاکہ ایک جیسے لباس کی وجہ سے مرد پر عورت کا اور عورت پر مرد کا گمان نہ ہو سکے۔

لباس کا بنیادی مقصد ستر پوشی اور اس کے بعد زینت کا حصول ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ قَدْ اَنْزَلْنٰا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْۤاَتَکُمْ وَ رِیْشًا ط وَ لِبَاسُ التَّقْوٰی لَا ذٰلَکَ خَیْرٌ ط ذٰلَکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّہُمْ یَذَّکَّرُوْنَ﴾ [الاعراف: ۲۶]

”اے بنی آدم! ہم نے تم پر لباس نازل کیا جو تمہاری شرم گاہوں کو ڈھانپتا ہے اور زینت بھی ہے اور لباس تو تقویٰ ہی کا بہتر ہے۔“

لہذا لباس تیار کرتے ہوئے یہ پیش نظر رکھا جائے گا کہ

①..... لباس اتنا چھوٹا نہ ہو کہ جس شخص نے اسے پہننا ہے اس کے ستر کے حصول کو بھی ڈھانپ نہ سکے۔

②..... اتنا باریک نہ ہو کہ جسم کا رنگ یا جھلک نظر آئے۔

③..... اتنا تنگ نہ ہو کہ جسم کے جو حصے ستر میں شامل ہیں ان کی بناوٹ نمایاں ہو۔

④..... لباس کا ڈیزائن ایسا نہیں رکھا جائے گا کہ جو حصے ستر میں شامل ہیں ان جگہوں سے وہ کٹا ہوا ہو، یا اس میں سوراخ دار ڈیزائن بنایا گیا ہو۔

⑤..... مردوں کے لباس پر کسی قسم کی پٹی یا جھالہ، اس انداز سے

مخلوط معاشرے سے بچاؤ کے احکام:

قرآن حکیم اور احادیث میں مخلوط معاشرے سے بچاؤ کے لیے وسیع پیمانے پر احکامات دیئے گئے ہیں اور ان کے ایک ایک جزو کی تفصیل بھی موجود ہے تاکہ مخلوط معاشرے کے ایمان پر مسموم اثرات سے فرد اور جماعت دونوں محفوظ رہیں۔ ان میں سے کچھ عملی اقدامات مندرجہ ذیل ہیں۔

ستر کی حدود:

ستر سے مراد ہر مرد یا عورت کے جسم کے وہ حصے ہیں جنہیں عام حالات میں کسی کے سامنے بھی نگاہیں رکھا جاسکتا سوائے خاوند اور بیوی کے۔ مرد کے لیے اس کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا حصہ ہے۔ اس حصے کو وہ نہ اپنے ہم صنفوں کے سامنے نگاہ کر سکتا ہے نہ مخالف کے سامنے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما بین سترة والרכبة عورة۔

”جو کچھ ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے وہ چھپانے کے قابل ہے۔“ [سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی قوله عزوجل

قل للمؤمنین یغضضن من ابصارھن]

عورت کا ستر اس کے چہرے، کلائی تک ہاتھ اور ٹخنے تک پاؤں کے علاوہ عام حالات میں پورا جسم ہے۔ البتہ اگر کسی وقت اس کی گردن، سر، پنڈلیاں، کمر، بازو و محرم افراد یا خواتین کے سامنے نیچے ہو جائیں یا ان حصوں پر ان افراد کی نظر پڑ جائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے حفظ حیا اور محرم رشتہ دار

الگ الگ لباس:

مرد اور عورت کے لیے شریعت نے الگ الگ لباس دیا۔ دونوں

جیسا حلیہ بنائیں اور ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں جیسا حلیہ بنائیں۔“

لہذا نہ مرد زبور پہنے گا، نہ بناؤ سنگھار کرے گا، نہ زنا نہ انداز میں سر کے بال بنائے گا، نہ ہی زنا نہ انداز میں چلے گا، نہ ہی زنا نہ ضمیریں استعمال کرے گا۔ اسی طرح عورت مردوں کی طرح نہ تو پگڑی یا ٹوپی پہنے گی، نہ مردانہ انداز میں سر کے بال بنائے گی، نہ مردوں کی طرح ہاتھ میں چھڑی، تلوار، نیزہ، بندوق، کمان وغیرہ لے کر چلے گی، نہ مردانہ ضمیریں اپنے لیے استعمال کرے گی۔ (اس موضوع پر مزید تفصیل کے لیے دیکھئے ”صنف مخالف کی مشابہت“ مطبوعہ مشربہ علم و حکمت)

محرم اور نامحرم کی تفریق:

گھروں میں مردوں اور عورتوں کے درمیان بے تکلفی اور بے حجابی کا ماحول قائم رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کچھ رشتوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دیا۔ چنانچہ زندگی میں کبھی بھی کسی موڑ پر ان رشتوں کے درمیان نکاح نہیں ہو سکتا۔ محرم رشتوں کا ایک اختصاص یہ بھی ہے کہ ایک عورت کے لیے ان محرم افراد کے علاوہ دنیا کے دیگر تمام افراد نامحرم ہیں اور ان سے خلط ملط ہونے کی کسی بھی سطح پر عورت کو اجازت نہیں۔ اسی طرح ایک مرد کے لیے اپنی محرم خواتین کے علاوہ دنیا کی دیگر تمام خواتین نامحرم ہیں اور ان سے بے تکلف اور بے حجاب ہونے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔

عورت کے محرم مرد مندرجہ ذیل ہیں:

- ①..... باپ (سگاہو، سوتیلہ ہو یا رضاعی)
- ②..... ماموں اور چچا (سگاہو، سوتیلہ ہو یا رضاعی)
- ③..... باپ اور ماں کے چچا، ماموں (سگے ہوں، سوتیلے ہو یا رضاعی)
- ④..... دادا، پردادا، نانا، پرانا نا وغیرہ
- ⑤..... خاوند کا باپ یعنی عورت کا سر
- ⑥..... خاوند کی سگی ماں اور سگے باپ کا باپ اور دادا، پرانا
- ⑦..... اپنے سگے بیٹے، خاوند کے بیٹے یعنی سوتیلے بیٹے، عورت

نہیں لگائی جائے گی کہ اس کا ایک حصہ لٹک رہا ہو۔

①..... مردوں کے لباس زعفرانی رنگ (کیسری رنگ، پیلا رنگ، نارنجی رنگ وغیرہ) کا نہیں ہوگا۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں یہ رنگ پہننے سے منع کیا ہے جب کہ عورتوں کو یہ رنگ پہننے کی عام اجازت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کو زعفرانی رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

ان هذه ثياب الكفار لا تلبسها - [مسلم، کتاب

اللباس والزينة]

”یہ کافروں کا لباس ہے اسے مت پہنو۔“

②..... مرد کا لباس خالص ریشم سے تیار نہیں کیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ میں ریشم اور بائیں ہاتھ میں سونا لے کر فرمایا:

إن هذين حرام علي ذكور أمي - [مسند احمد:

۴۹۳۵۔ ابوداؤد، کتاب اللباس: ۳۵۹۵۔ نسائی: ۵۱۴۸]

”بے شک میری امت کے مردوں کے لیے یہ دو چیزیں حرام ہیں۔“

لیکن عورتوں کے لیے سونا اور ریشم پہننے کی کھلی اجازت ہے۔

③..... عورت مرد جیسا لباس نہیں پہنے گی اور مرد عورت جیسا لباس نہیں پہنیں گے تاکہ دونوں کی شناخت خلط ملط نہ ہو اور مرد کو عورت اور عورت کو مرد نہ سمجھا جائے۔

④..... مرد کو عورتوں جیسا اور عورت کو مردوں جیسا حلیہ بنانے

سے بھی منع کیا گیا۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

لعن رسول الله ﷺ المتشبهين من الرجال بالنساء

والمتشبهات من النساء بالرجال - [صحيح بخاری،

کتاب اللباس، رقم: ۸۲۹۔ سنن ابی داؤد، ابن ماجہ،

ترمذی]

”رسول اللہ ﷺ نے ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں

اچانک صنف مخالف پر نظر پڑتی جاتی ہے۔ ایک صحابی نے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اطرق بصرک ”تو اپنی نگاہیں نیچی کر لے۔“ [مسلم، کتاب الاداب، باب نظر الفجاءة:

۲۱۵۹ عن جریر بن عبد اللہ الجبلی]

آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

یا علی! لا تتبع النظرة النظرة فإن لك الأولى
وليس لك الأخرى۔ [حاکم، صحیح علی شرط

مسلم ووافقه الذهبی فی التخلیص]

”اے علی! نظر کے پیچھے نظر کو نہ دوڑا (یعنی بار بار نامحرم کی طرف مت دیکھ) کیوں کہ تمہاری پہلی (اچانک پڑ جانے والی) نظر معاف ہے اور دوسری نظر جائز نہیں۔“

فرض کیجیے، اگر مرد اور عورت ایک ہی جگہ کھانا کھا رہے ہوں، ایک ہی دفتر میں بیٹھے دفتری امور نمٹا رہے ہوں، نرس مرد کو انجکشن لگا رہی ہو، ایئر ہوسٹس مرد مسافروں کو کھانا پیش کر رہی ہو، مراد استاذ بچوں یا عورتوں کو پڑھارہا ہو، لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے بیٹھ کر لیکچر سن رہے ہوں، ایک ہی جگہ پر مرد اور عورتیں سیر و تفریح کر رہے ہوں، غرض زندگی کا کوئی شعبہ بھی ہو، جہاں یہ دونوں اصناف اکٹھی ہوں وہاں یہ دونوں اپنی اپنی نظر ایک دوسرے کے جسم اور لباس، چہرے پر ڈالنے سے کیسے بچاسکیں گے؟

اسی نظر کو بچانے کے لیے مخلوط معاشرے کو دین اسلام نے ناپسندیدہ قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں نامحرموں سے نظر بچانے کا حکم دینے کے بعد دوسرا حکم یہ دیا کہ مومن (خواتین اور مرد) اپنی اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ دراصل نظر سب سے پہلے اٹھی ہے، یہ دیکھنے کا کام کرتی ہے اور بعض اوقات اس نظر کو شیطان اس طرح بہکا تا ہے کہ جسم کا مطالبہ نظر کے بعد مزید نظر ڈالنے، اس کے بعد کلام کرنے اور سننے تک پہنچ جاتا ہے اگر اسے قابو نہ کیا جائے، آنے والے خطرے کو محسوس نہ کیا جائے تو بالآخر گناہ کی مہلک دلدل تک کے کیچڑ میں انسان اٹ جاتا ہے۔ لہذا ہمارا وہ خالق جو نظر کے زہر یلے تیر سے واقف ہے وہ اسے پہلے ہی مرحلے پر صنف مخالف کو دیکھ کر نظر جھکا

کے رضاعی بیٹے اور ان سب بیٹوں کے بچے یعنی پوتے، نواسے وغیرہ۔
⑤..... بھائی سگے ہوں، سوتیلے یا رضاعی اور ان بھائیوں کے بیٹے، پوتے، نواسے وغیرہ۔

⑥..... بہن (سگی ہو، سوتیلی، یا رضاعی) ان کے بیٹے، پوتے، نواسے یعنی بھانجے اور بھانجیوں کے بیٹے۔

⑦..... داماد (سگی بیٹی اور رضاعی بیٹی کا شوہر) نیز عورت کی پوتی، نواسی، پڑپوتی، پڑنواسی کا شوہر۔

حجاب کی حدود:

مخلوط معاشرے سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نامحرم مرد اور عورت کے درمیان حجاب کی حد کھینچ دی ہے۔ حجاب ایک شرعی اصطلاح ہے جس سے مراد یہ ہے کہ نامحرم مرد اور نامحرم خواتین کے درمیان کسی نہ کسی چیز کی آڑ موجود ہے، مثلاً دیوار، پردہ، کپڑا، کسی جانور کا درمیان میں حائل ہو جانا، عورت کا اپنے چہرے پر یا مرد کا اپنے چہرے پر کپڑا ڈال کر حجاب کر لینا، اور کچھ نہ ہو تو رخ موڑ کر دوسری طرف کر لینا، خیموں کی دیواروں کا درمیان میں حائل ہونا غرض کسی بھی چیز کی آڑ ہو سکتی ہے اور ہر آڑ کو حجاب کہا جاسکتا ہے۔ حجاب کا اصل مقصد یہ ہے کہ نامحرم مرد اور عورت کی نظریں ایک دوسرے کے جسم پر یا چہرے پر نہ جم سکیں۔

ایک دوسرے کو دیکھنے سے اجتناب:

اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور عورتوں کو حکم دیا:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغْضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ط إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ۝﴾ [النور: ۳۰، ۳۱]

”مومن مردوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہی ان کے لیے پاکیزہ طریقہ ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے ہیں اس سے باخبر ہے۔ اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور وہ اپنی عصمت کی حفاظت کریں۔“

لینے کی تاکید کرتا ہے۔

دنیا میں جتنے بھی گناہ نامحرم مرد و عورت کے درمیان ہوئے یا جتنی بھی جنسی بے راہ روی پھیلی اور پھیلائی جا رہی ہے، سب کا آغاز نظر ہی سے ہوا۔ تفصیل کے لیے دیکھئے ”غض بصر اور مرد حضرات“

مرد اور عورت اکیلے ایک جگہ اکٹھے نہ ہوں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَلَا لَا يَخْلُونَ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا

الشَّيْطَانُ - [صحيح ابن ماجه للالباني: ۱۷۵۸]

”کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہا نہیں ہوتا مگر ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔“

علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں کہا ہے کہ اجنبی عورت سے مرد کا تنہائی اختیار کرنا حرام ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے۔ [۱۳۲/۶]

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَخْلُونَ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ وَلَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ أَنْ تُسَافِرَ إِلَّا

مَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ - [بخاری، کتاب الجہاد والسير:

۳۰۰۶]

”کوئی اجنبی آدمی کسی عورت کے ساتھ تنہا نہ ہو اور کسی عورت

کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ بغیر کسی محرم کے سفر کرے۔“

ایک آدمی نے یہ سن کر عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ میرا نام فلاں فلاں غزوے میں لکھ دیا گیا ہے اور میری بیوی حج کے لیے جا رہی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ حج پر جاؤ۔“

کیوں کہ جہاں بھی اجنبی مرد اور عورت اکٹھے ہوتے ہیں وہاں شیطان انہیں آسانی سے بہکا سکتا ہے۔ اس بات کی وضاحت ایک ہندو

وکیل نے اس طرح کی ہے جو لوگ برق کے اصول سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ برقی روشنت اور منفی دو قسم کی ہوتی ہے۔ یہ دونوں

قسمیں باہم ملنے کے لیے ہمہ وقت تیار اور بے تاب رہتی ہیں۔ اور جب تک ان دونوں کے درمیان خاصا فاصلہ رہتا ہے یا دونوں کو علیحدہ رکھنے

والی کوئی چیز موجود ہوتی ہے۔ اس وقت تک یہ دونوں قسم کی رو اپنے اپنے

خول میں دوڑتی رہتی ہے۔ لیکن جوں ہی علیحدہ رکھنے والی چیز ہٹا دی جاتی ہے یا باہمی فاصلہ ایک حد تک کم کر دیا جاتا ہے تو دونوں مل جاتی ہیں اور شعلہ پیدا ہوتا ہے۔ اس وقت چاہے ساری دنیا بیڑ کر شعلہ نہ اٹھنے کی دعا کرے تو اس سے کچھ حاصل نہیں۔ ہر چیز کے قانون اور اصول مقرر ہیں، قانون توڑو گے تو اس کے انجام کو بھی بھگتو گے۔ انسانی اور اخلاقی دنیا بھی اٹل قوانین میں جکڑی ہوئی ہے جس طرح جسمانی دنیا۔

[ماہنامہ بیداری، شمارہ نومبر ۲۰۰۷ء، مقالہ سائر مسٹر آراے ہزا

بحوالہ صدیق جدید، ۱۱ مارچ ۱۹۳۸ء]

اللہ تعالیٰ مرد اور عورت دونوں کا خالق ہے۔ اس نے اسی لیے ہر اجنبی مرد اور عورت میں حجاب کی آڑ فرض کر دی۔

دائرہ کار الگ الگ:

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو گھر کی چار دیواری میں ٹھہرے رہنے کا حکم دیا۔ فرمایا:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ

الْأُولَى﴾ [الاحزاب: ۳۳]

”اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جس طرح پہلے جاہلیت

(کے دنوں میں) اظہارِ زینت کرتی تھیں اس طرح زینت نہ

دکھاتی پھرو۔“

صرف اشد ضرورت کے وقت ہی عورت کو باہر جانے کی اجازت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ - [مسلم،

کتاب اللباس، باب إباحة الخروج للنساء لقضاء حاجة

الانسان]

”بے شک تمہیں یہ اجازت دی گئی ہے کہ تم اپنی حاجت کے

لیے (گھر سے) باہر نکل سکتی ہو۔“

شریعت کے مجموعی احکام کو سامنے رکھا جائے تو پتا چلتا ہے کہ عورت کے ذمے وہ کام لگائے گئے جن کا تعلق گھر کی چار دیواری سے

ہے مثلاً کھانا پکانا، کپڑے دھونا، سینا پرونا، صفائی کرنا، گھر میں موجود بیمار،

معذور اور بوڑھے افراد کا خیال رکھنا اور بچوں کی تربیت کرنا۔

اس کے برعکس مرد پر ان امور کی ذمہ داری ڈالی گئی جن کا تعلق بیرون خانہ سرگرمیوں سے ہے۔ مثلاً باجماعت نماز ادا کرنا، اذان کہنا، امامت کرنا، میت کا جنازہ پڑھنا اور اس کی تدفین کرنا، خرید و فروخت کرنا، جہاد کرنا، اسلام کی تبلیغ کرنا، ملک کا نظم و نسق چلانا اور اس میں شمولیت اختیار کرنا، محنت مزدوری کرنا، حصول علم، حصول معاش یا کسی اور ضرورت کے تحت دور یا نزدیک سفر کرنا اور جو کمائی ہو وہ لاکر گھر میں عورتوں کے حوالے کرنا تاکہ وہ اس کمائی سے اپنی اور گھر کی ضروریات پوری کر سکیں۔

معاشرتی زندگی کے اس خاکے کی تمام جزئیات پر غور کریں تو ہر جزء سے عیاں ہوگا کہ عورت کا دائرہ کار گھر کی چار دیواری کے اندر ہے اور مرد کا چار دیواری کے باہر گویا مخلوط معاشرے سے مکمل اجتناب۔

عورت کے باہر نکلنے کی شرائط:

کبھی کبھار عورت کو یہ ضرورت لاحق ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی حدود (چار دیواری) سے باہر نکلے۔ ایسی صورت میں چوں کہ عورت نے کبھی کبھار گھر سے باہر نکلنا ہے۔ لہذا اس پر کچھ پابندیاں عائد کی گئیں تاکہ اجنبی مردوں کی نگاہیں اس کی طرف نہ اٹھیں اور کوئی فتنہ پیدا نہ ہو۔ وہ پابندیاں مندرجہ ذیل ہیں:

- ①..... عورت کسی قسم کی خوشبو لگا کر باہر نہیں جائے گی۔
- ②..... بھڑکیلے، چمکیلے، شوخ رنگ کے کپڑے پہن کر باہر نہیں نکلے گی۔
- ③..... ایسا زیور نہیں پہنے گی جس کے باہم ٹکرانے سے آواز پیدا ہوتی ہو۔

④..... پاؤں اس انداز سے زمین پر نہیں رکھے گی اور نہ ہی ایسا جوتا پہنے گی جس سے آواز پیدا ہوتی ہو۔

⑤..... اپنی زیب و زینت یعنی کپڑے، زیور، مہندی وغیرہ چھپانے کے لیے ایک بڑی چادر (جلباب) اوڑھ کر نکلے گی۔ جلباب معمولی رنگ، معمولی کپڑے کی ڈھیلی ڈھالی اور اتنی لمبی چوڑی ہوگی کہ

سر، چہرہ اور پاؤں تک تمام بدن کو ڈھانکنے کا کام دے سکے۔

⑥..... راستے کے درمیان میں چلنے کی بجائے ایک طرف ہو کر راستہ چلے گی تاکہ مردوں سے ٹکراؤ نہ ہو۔

⑦..... غیر مردوں سے بات کرتے وقت لہجہ ترش اور سیدھا رکھے گی۔ اگر عورتوں سے بات کر رہی ہو اور یہ امکان ہو کہ اسے مرد بھی سن لیں گے تو اپنی آواز دھیمی اور لہجہ صاف رکھے گی۔

⑧..... صرف اشد ضرورت کے تحت ہی گھر سے نکلے گی۔ شوقیہ گھر سے باہر نہیں نکلے گی۔

⑨..... اگر شہر سے دور اور لمبے سفر پر جانا ہو تو کسی محرم مرد کے ساتھ سفر کرے گی۔

عورت باہر نکلے تو مرد پر پابندیاں:

اگر کوئی عورت باہر نکلے تو مردوں پر بھی کچھ پابندیاں عائد کی گئی ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

①..... مرد اپنی نظر عورتوں کی طرف نہیں ڈالیں گے چاہے عورت حجاب میں ہی کیوں نہ ہو بلکہ اپنی نظریں جھکا لیں گے یا اپنا رخ عورت کی مخالف سمت کر لیں گے۔

②..... عورت راستے سے گزر رہی ہو تو مرد ایک طرف ہٹ کر چلیں گے اور عورت کے گزرنے کے لیے راستہ کھلا چھوڑ دیں گے۔

③..... عورت کو دیکھ کر کوئی ایسی حرکت نہیں کرے گی جس سے عورت کی توجہ ان کی طرف مبذول ہو۔ مثلاً اونچا اونچا بولنا، کھٹکنا، گنگنا، ریڈیو ٹیپ ریکارڈر کی آواز اونچی کرنا، پاؤں مار مار کر آواز پیدا کرنا، کپڑے جھاڑنا۔

مرد پر کسی کے گھر میں جانے کی شرائط:

اگر مرد کو کسی گھر میں جانا پڑ جائے تو اس صورت مرد پر یہ پابندیاں عائد کی گئی ہیں کہ

④..... جب عورت کا کوئی محرم گھر میں موجود ہو اس وقت اس گھر میں جائیں گے۔

⑤..... اگر کچھ لینا دینا ہے تو دروازے کے باہر کھڑے ہو کر یہ

کام انجام دیں گے۔

①..... گھر کے اندر بلا اجازت داخل نہیں ہوں گے۔

②..... گھر میں داخل ہونے کے بعد بھی نظریں نیچی رکھیں گے اور ان مقامات پر نظر نہیں ڈالیں گے جہاں سے کسی خاتون خانہ پر نظر پڑنے کا اندیشہ ہو مثلاً کھڑکیاں اور دروازے وغیرہ۔

③..... اگر اچانک عورت سامنے آجائے یا مجبوراً سامنے آنا پڑ جائے تو اپنی نظر جھکا لیں گے یا دوسری طرف کر لیں۔ نیز اپنے چہرے کو رومال وغیرہ سے ڈھانپ لیں گے تاکہ خواتین ان کے چہرے کو نہ دیکھ سکیں۔

گھر میں اجنبی مرد آئے تو خاتون خانہ پر پابندیاں:

اگر گھر میں بھی ضرورت کے تحت اجنبی مرد آجائے تو خاتون خانہ مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھے گی۔

①..... اگر بات کرنا پڑ جائے تو صرف ضرورت کی بات ہی کرے گی۔

②..... مردوں کے سامنے آنے کی کوشش نہیں کرے گی۔

③..... سامنے آنا ہی پڑ جائے تو اپنا پورا جسم ڈھانپ کر سامنے آئے گی۔

④..... اپنا زیور، مہندی، انگوٹھی، چوڑیاں وغیرہ اجنبی مرد سے چھپانے کی کوشش کرے گی۔

⑤..... خوب صورت، بااخلاق اور میٹھے لہجے میں بات کرنے کی بجائے صاف اور سیدھے لہجے میں بات کرے گی۔

نماز میں اختلاط سے بچاؤ:

نماز اسلام کا بنیادی رکن ہے اس کی تاکید اور مشروعیت سے تقریباً ہر مسلمان واقف ہے۔ بیماری ہو یا تندرستی، سفر ہو یا حضر، بارش ہو یا خوش گوار موسم، سردی ہو یا گرمی، کوئی تقریب ہو یا تنہائی، نماز ہر صورت فرض ہے اور اسے کسی صورت ترک نہیں کیا جاسکتا سوائے عذر کے یعنی عورت کے ناپاکی کے ایام یا بے ہوشی کی حالت کے۔

مرد اور عورت کو باہم اختلاط سے بچانے کے لیے مرد اور عورت

کے لیے نماز کی شرائط میں نمایاں فرق رکھا گیا ہے۔

نماز مردوں پر جماعت کے ساتھ مسجد میں جا کر ادا کرنا فرض ہے جب کہ عورت پر جماعت اور مسجد میں جا کر ادا کرنے کی پابندی نہیں ہے۔ [دیکھئے سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ]

البتہ اگر کوئی عورت مسجد میں جا کر نماز ادا کرنا چاہے تو اسے منع نہیں کیا جائے گا لیکن وہ عورت ان تمام شرائط کا خیال رکھے گی جو ایک عورت پر گھر سے باہر نکلتے ہوئے شریعت نے عائد کی ہیں، جن کا ذکر کیا جا چکا ہے۔

عورت خوشبو لگا کر مسجد میں نہ جائے:

زینب زوجہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا شهدت احدا كن المسجد فلا تمس طيبا۔

[صحیح مسلم]

”جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں آئے تو خوشبو نہ لگائے۔“ چنانچہ عورت کے لیے مسجد میں جاتے ہوئے کسی بھی خوشبو کا استعمال ممنوع ہے۔ وہ خوشبودار تیل، خوشبودار صابن، خوشبودار پاؤ ڈریا کوئی اور خوشبودار چیز استعمال نہیں کرے گی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے:

لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ ولكن وليخرجن

وهن تفلات۔ [سنن ابی داؤد، مسند شافعی، مسند

احمد، فتاویٰ برائے خواتین اسلام، ص: ۸۳۷]

”اللہ کی بندویوں کو اللہ کی مسجدوں میں جانے سے نہ روکو لیکن

چاہیے کہ وہ ترک زینت کے ساتھ مسجد کے لیے نکلا کریں۔“

اس حدیث کے بارے میں امام خطابی فرماتے ہیں:

حدیث میں وارد لفظ تفلات ہے۔ تفل بدبو کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے امرأة تفلۃ (ایسی عورت جس نے خوشبو نہ ملی ہو)۔ نساء تفلات سے مراد ایسی عورتیں جو خوشبو سے عاری ہوں۔

ابن دقیق العید نے اس حدیث کی تشریح میں کہا ہے: اس حدیث

سے مسجد کا ارادہ کرنے والی عورت کے لیے خوشبو لگانا حرام ثابت ہوا۔ کیوں کہ اس سے رغبت و شہوت پیدا ہوگی اور ممکن ہے عورت کی شہوت کی تحریک کا بھی سبب بن جائے۔ اس میں عورت کا اچھا لباس اور وہ زیور بھی شامل ہے جس کا اثر نمایاں ہو اور اس میں بن سنور کر قابل فخر ہیئت میں مسجد میں جانا بھی شامل ہے۔

علماء و محدثین نے کہا ہے کہ جب عورت کے لیے مسجد میں معمولی کپڑوں اور پورے حجاب کے ساتھ جانے کی تاکید ہے تو دوسری جگہوں پر جاتے ہوئے بدرجہ اولیٰ اس کے لیے خوشبو، زیب و زینت اور اچھے کپڑے کا استعمال ممنوع ہے۔

ایک روایت میں خوشبو لگا کر مسجد میں جانے والی عورت کے لیے ان الفاظ میں وعید ہے:

لَا تُقْبَلُ الصَّلَاةُ لِمَرْأَةٍ تَطَيَّبَتْ لِهَذَا الْمَسْجِدِ حَتَّى تَرْجِعَ فَتَغْتَسِلَ غُسْلَهَا مِنَ الْجَنَابَةِ - [ابوداؤد، کتاب

الرجل، باب فی طیب المرأة للخروج: ۴۱۷۴]

”جو عورت خوشبو لگا کر مسجد میں آتی ہے اللہ اس کی نماز قبول نہیں کرتا یہاں تک کہ وہ واپس گھر جائے اور جنابت جیسا غسل کرے۔“

عورت کو گھر میں نماز ادا کرنے کی ترغیب:

گو عورت کے لیے مسجد میں جا کر نماز ادا کرنے کی اجازت ہے۔ لیکن اس سلسلے میں اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی۔ ام حمید زوجہ ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرنا پسند کرتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

قد علمت انك تحبين الصلوة معي وصلاتك في بيتك خير من صلاتك في حجرتك، وصلاتك في حجرتك خير من صلاتك في دارك، وصلاتك في دارك خير من صلاتك في مسجدی -

”میں نے تمہاری نماز کے لیے چاہت و رغبت جان لی مگر تمہارا

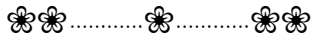
گھر (کے اندرونی حصے) میں نماز پڑھنا حجرے (کمرے) میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا کمرے میں نماز پڑھنا گھر کے برآمدے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا گھر کے برآمدے میں نماز پڑھنا، اپنے محلے کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا اپنے محلے کی مسجد میں نماز پڑھنا میری مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔“

راوی عبد اللہ بن سوید جو ام حمید ساعدی رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں، ان کا بیان ہے کہ ام حمید نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سن کر اپنے گھر کے ایک تاریک گوشے میں نماز کی جگہ مقرر کر لی۔ اللہ کی قسم وہ ہمیشہ اسی طرح نماز پڑھتی رہیں یہاں تک کہ وہ فوت ہو گئیں۔ [مسند احمد: ۶/۳۷۱،

ابن خزیمہ، ابن حبان، امام حاکم بحوالہ پردے کی شرعی حیثیت از

مبشر احمد ربانی و فتاویٰ برائے خواتین اسلام، ص: ۸۳۶]

عورت کو گھر میں نماز پڑھنے کی ترغیب دینے کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ عورت یہ سمجھ جائے کہ گھر کی چار دیواری ہی اس کے لیے بہترین جائے پناہ ہے اور اسے گھر میں ٹکے رہنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ گھر سے باہر عام مردوں کی مجالس، گزرگاہوں اور کارگاہوں میں جانے کے لیے۔



جناب شہادت طور کو صدمہ

ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث لاہور کے میجر جناب شہادت طور کے والد گرامی مورخہ ۶ نومبر بروز جمعۃ المبارک رات وفات پا گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم کی نماز جنازہ جھوک دادو طور ضلع فیصل آباد میں حضرت مولانا حافظ عبدالوہاب روپڑی صاحب نے پڑھائی۔

جنازے میں گاؤں کے افراد کے علاوہ عزیز واقارب نے شرکت فرمائی۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

[ابوالاخٹشام امیر حمزہ طور، گوجراں والا]

موجودہ کشمکش اور اسلام

مولانا عبدالغفار حسن

ہو۔ اس کا ایک حل تو تارک الدنیا قسم کے لوگ یہ پیش کرتے ہیں کہ اس دنیا ہی کو خیر باد کہہ دیا جائے۔

دوسرا حل اشتراکیت (کیونزم) کے حامی پیش کرتے ہیں کہ طاقت کے زور سے ہی ہر ظلم و زیادتی کو مٹایا جاسکتا ہے، یعنی ان کو نشتر لگانا ہی آتا ہے۔ جسم کے خون کو پاک کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی مصفیٰ دوا نہیں ہے جس سے نشتر لگانے کی نوبت کم سے کم آئے۔ لیکن پہلا گروہ جسے دنیا چھوڑنے میں ہی تسکین حاصل ہوتی ہے اس کے پاس باطن کی صفائی کے لیے وظیفے اور ریاضتیں تو بہت سی ہیں لیکن ڈنڈے کے زور سے جرم اور ظلم دبانے کا قائل نہیں ہے۔

لیکن اسلام کہتا ہے کہ پہلے باطن (دل) کی اصلاح کے لیے خدا سے محبت اور آخرت کی جزا سزا کا خوف انسان میں پیدا کیا جائے۔ جب اس سوسائٹی کے بہت سے افراد کی اصلاح ہو جائے اور بغیر کسی ظاہری دباؤ اور طاقت کے ظلم و زیادتی سے بچنے لگیں تو پھر ایک پر امن معاشرے کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ اگر کچھ افراد اب بھی گناہ میں مبتلا رہنا چاہیں اور ظلم و زیادتی سے باز نہ آئیں تو پھر اسلام نشتر اور عمل جراحی کے استعمال سے بھی گریز نہیں کرتا بلکہ اسے ضروری قرار دیتا ہے۔

جس طرح کہ پھوڑا اگر ناسور بننے لگے اور پورے جسم کے لیے خطرہ پیدا ہو جائے تو پھر آپریشن ضروری ہو جاتا ہے۔ یہی حال اس قسم کے مجرموں کا ہے۔ اسی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام چوروں کے ہاتھ کاٹتا ہے، بد معاشوں کو کوڑے لگاتا ہے، سنگسار کرتا ہے اور سوسائٹی میں بے حیائی، فحاشی اور عریانی پھیلانے والوں کو دنیا و آخرت میں سخت عذاب کی دھمکی دیتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسانیت کی نجات و راحت اسی میں ہے کہ اس کا

﴿وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ [آل عمران: ۸۵]

”جو اسلام کے سوا دوسرا دین تلاش کرتا ہے وہ خدا کے ہاں قبول نہ ہوگا۔ اور ایسا شخص آخرت میں خسارہ پارنے والوں میں سے ہوگا۔“

اسلام جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا ہوا دین ہے تو یقیناً وہ ہر دور کی مشکلات اور کشمکش کا واحد حل ہے۔ اس وقت دکھوں کی ماری ہوئی دنیا بہت سی مشکلات میں گھری ہوئی ہے۔ ہر شخص اپنی جگہ امیر ہو یا غریب ایک قسم کی بے چینی اور اضطراب محسوس کرتا ہے۔ سکون و اطمینان کی زندگی نصیب نہیں ہے، نہ آپس میں ایک دوسرے پر اعتماد باقی رہا ہے۔ روحانیت کی جگہ مادہ پرستی نے لے لی ہے، ہر قوی کمزور کو کھائے جا رہا ہے۔

اس بے اطمینانی کا ایک حل یہ پیش کیا گیا ہے کہ اس دنیا کی آبادی کو چھوڑ کر پہاڑوں، غاروں اور جنگلوں میں بسیرا کیا جائے۔ ہندو جوگی اور عیسائی پادری بھی حل پیش کرتے ہیں۔ ان کے مقابل دوسرا گروہ دنیا پرستوں کا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ جو کچھ ہے یہی زندگی ہے، کھاؤ، کماؤ، عیش کرو۔ دولت و اقتدار جس قدر بھی مل سکے حلال و حرام کی تمیز کیے بغیر حاصل کیے جاؤ۔

لیکن اسلام نے بیچ کی راہ پیش کی ہے۔ اسلام نہ دنیا چھوڑنے کو کہتا ہے اور نہ دنیا میں ڈوبنے کو۔ اسلام کہتا ہے کہ باغ دنیا کی سیر کرو۔ اس کے پھلوں اور پھولوں سے فائدہ اٹھاؤ، لیکن کانٹوں سے دامن بچاتے رہو۔ یہ کانٹے کیا ہیں؟ اسلام کی بولی میں ان کو گناہ کہا جاتا ہے۔ گناہ، برائی اور ظلم و زیادتی سے کیسے بچا جائے اور امن کیسے قائم

دوسروں کو بھی نیک بننے کی تلقین کرے، اسی کو قرآن مجید میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کہا گیا ہے۔ تیسویں پارے میں اللہ تعالیٰ نے زمانہ کو گواہ ٹھہراتے ہوئے فرمایا ہے کہ تمام انسان گھائے میں ہیں، ہاں اس گھائے اور خسارے سے وہ لوگ پاک ہیں جو چار اصولوں پر کاربند ہوں۔

①.....ایمان

②.....عمل صالح (نیک عملی)

③.....آپس میں حق بات کی تلقین و نصیحت

④.....صبر، یعنی حق بات کہنے سے اگر کوئی تکلیف بھی پہنچے تو

اُسے خندہ پیشانی سے برداشت کیا جائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

.....

تعلق اپنے خالق و مالک سے مضبوط ہو، اس کی رزاقیت و پروردگاری پر ایمان ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین پر چلنے کے لیے اس کے دل میں لگن اور تڑپ پائی جائے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات سمیع (سننے والا)، بصیر (دیکھنے والا) پر پورا یقین و ایمان ہو۔ اور یہ بھی انسان کو یقین ہو کہ مرنے کے بعد دوسری زندگی بھی پیش آنے والی ہے، جہاں نیکیوں کا اچھا بدلہ اور برائیوں کا برا بدلہ ملے گا۔ یہ بنیادی عقیدہ انسانوں کے دلوں میں پیوست ہو جائے تو پھر سوسائٹی سے ظلم و زیادتی اور خدا سے بغاوت کی ہر قسم کی شکلیں ختم ہو سکتی ہیں اور غفلت کے پردے چاک ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب ایسی فضا معاشرے میں قائم ہو جائے تو پھر دو چار غنڈوں کی سرکوبی مشکل نہیں ہو سکتی، ایسے لوگوں کے لیے پھر اسلام کے بتائے ہوئے نشتر استعمال کیے جاسکتے ہیں۔

اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان خود بھی نیک بنے اور

ہفت روزہ ”الاعتصام“ لاہور

نرخ نامہ اشتہارات فی اشاعت

④.....نصف صفحہ نیوز 750 روپے

⑤.....چوتھائی صفحہ نیوز 400 روپے

⑥.....عام چھوٹے اشتہارات 300 روپے

①.....آخری صفحہ ٹائٹل 2400 روپے

②.....اندرون صفحہ ٹائٹل 1800 روپے

③.....فل صفحہ نیوز 1400 روپے

❀.....”الاعتصام“ میں اشتہار لگوائیں اور اپنی تجارت کو فروغ دیں۔ ❀.....اشتہار خوش خط، مختصر اور معاوضہ ہمراہ ارسال کریں۔

❀.....مسلسل اشاعت (کم از کم 6 ماہ 20 فی صد خصوصی رعایت۔ ❀.....”الاعتصام“ سے تعاون آپ کا اخلاقی فریضہ ہے۔

رابطہ کے لیے: دفتر ہفت روزہ الاعتصام شیش محل روڈ، لاہور، فون: ۰۴۲-۷۳۵۲۴۰۶

ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری

مولانا محمد اسحاق بھٹی

برصغیر کے اہل حدیث علمائے کرام نے تدریسی اور تصنیفی صورت میں حدیث کے سلسلے میں جو خدمات سرانجام دیں اور دے رہے ہیں، اس کا تذکرہ محمد اسحاق بھٹی صاحب نے اپنی ایک ضخیم تصنیف ”دبستان حدیث“ میں کیا ہے۔ اسی سلسلے کی ان کی دوسری کتاب ”گلستان حدیث“ ہے جو بحمد اللہ تکمیل کے آخری مرحلے میں ہے۔ اسی کتاب میں انھوں نے ایک مضمون ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری سے متعلق لکھا۔ اس وقت وہ زندہ تھے۔ افسوس ہے ان کی زندگی کا سفر ختم ہو گیا اور وہ اللہ کے دربار میں پہنچ گئے۔ یہ مضمون وہ پڑھ نہیں سکے۔ یہ مضمون ”الاعتصام“ میں اسی طرح شائع کیا جا رہا ہے، جس طرح بھٹی صاحب نے لکھا۔ یعنی اس مضمون میں وہ زندہ ہیں۔ [ادارہ]

سند فراغت سے بہرہ یاب ہوئے۔ ۱۹۵۹ء اور ۱۹۶۲ء کے درمیانی عرصے میں صوبہ یوپی کے سرکاری تعلیمی بورڈ میں ”مولوی، مولوی عالم اور مولوی فاضل“ کے امتحانات دیے اور ان میں کامیاب ہوئے۔

اس کے بعد مصر گئے اور جامعہ ازہری میں داخلہ لیا۔ ۱۹۶۶ء میں وہاں کے شعبہ اصول الدین میں ایم اے کی سند حاصل کی۔ پھر جامعہ ازہری میں پی ایچ ڈی میں داخلہ لیا، لیکن اس اثنا میں حالات ایسے پیدا ہوئے کہ اپنے وطن (ہندوستان) واپس آ گئے اور سلسلہ تدریس شروع کر دیا۔ اسی اثنا میں ان کے دل میں اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کا جذبہ ابھرا تو ۱۹۷۲ء میں ایم فل کیا۔ پھر اس سے تین سال بعد ۱۹۷۵ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ”ادب عربی“ میں پی ایچ ڈی کی سند لی۔ اس طرح ان کا طویل تعلیمی سفر اختتام کو پہنچا اور انھوں نے ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری کے نام سے شہرت پائی۔

اپنے تعلیمی مراحل کے مختلف حصوں میں انھوں نے جن علما و شیوخ سے استفادہ کیا، ان میں ڈاکٹر عبدالعلی، شیخ عبدالمعید، شیخ شمس الحق سلفی، شیخ عبدالرحمن، شیخ حبیب الرحمن فیضی، شیخ عظیم اللہ، شیخ عبداللہ شائق، شیخ ابوالقاسم فیضی، ڈاکٹر علی عبدالواحد وانی اور ڈاکٹر شوقی ضیف شامل ہیں۔ ۱۹۶۸ء میں ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری کو جامعہ سلفیہ (بنارس) کی تدریسی جماعت میں شامل کیا گیا۔ اس وقت جامعہ کے رئیس شیخ

ہندوستان کے صوبہ یوپی کے ایک شہر کا نام منونا تھا۔ بھجن ہے جو کپڑے کی صنعت، علمی مراکز اور علمائے دین کا مسکن ہونے کی بنا پر صدیوں سے مشہور ہے۔ اس شہر کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ اس میں سلفی حضرات کے تین بڑے مدارس قائم ہیں۔ ایک جامعہ عالیہ عربیہ، دوسرا جامعہ اسلامیہ جسے مدرسہ فیض عام کہا جاتا ہے اور تیسرا جامعہ اثریہ۔ ان کے علاوہ چھوٹی سطح کے متعدد مدارس جاری ہیں۔

وہاں کے بڑے مدارس نے اس نواح میں بے حد شہرت پائی۔ ہندوستان کے مختلف علاقوں اور صوبوں سے طلباء ان میں داخل ہوئے اور انھوں نے علوم دینیہ حاصل کیے۔ پھر وہ تصنیف و تالیف، دعوت و ارشاد اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کی خدمات کے دائرے علم و عمل کے مختلف شعبوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔

اسی علمی اور صنعتی شہر (منونا تھا بھجن) کے ایک سلفی خاندان کے ممتاز عالم دین ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری ہیں جو ۱۸ اگست ۱۹۳۹ء کو پیدا ہوئے اور خالص علمی فضا اور مجمع علما میں پلے بڑھے۔

تعلیم کا آغاز مدرسہ دارالعلوم سے کیا جو مرزا ہادی پورہ کی شاخ ہے۔ ۱۹۵۳ء میں وہاں سے حفظ قرآن کی سند لی۔ پھر اسی شہر کے مختلف سلفی مدارس میں تعلیمی مراحل طے کیے۔ جامعہ عالیہ عربیہ سے ۱۹۵۹ء میں درجہ ثانویہ کی سند حاصل کی اور ۱۹۶۲ء میں وہاں کی جامعہ اثریہ سے

عربی کتابوں کو اردو میں منتقل کیا، ان کتابوں میں مندرجہ ذیل کتابوں کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

- ①..... اقتضاء الصراط المستقیم: یہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کی کتاب ہے، جس کا ڈاکٹر صاحب نے اردو زبان میں ترجمہ کیا۔
- ②..... مختصر زاد المعاد: یہ شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کی تصنیف ہے۔

- ③..... اصلاح المساجد: یہ شیخ جمال الدین قاسمی کی تالیف ہے۔
 - ④..... فتاویٰ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کا اردو میں اختصار۔
- ان کے علاوہ متعدد اہم اردو کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا۔ ان کتابوں میں سے بعض کتابیں یہ ہیں:
- ①..... قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین: یہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی فارسی تصنیف ہے، جس کا ڈاکٹر صاحب نے عربی زبان میں ترجمہ کیا۔

- ②..... رحمت للعالمین: یہ علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کی نبی ﷺ کی سیرت مقدسہ کے موضوع پر اردو زبان میں تین جلدوں پر مشتمل کتاب ہے، جسے بے حد شہرت اور قبولیت حاصل ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا۔*

- ③..... تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی: یہ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم کی اردو تصنیف ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ”حرکۃ الانطلاق الفکری وجہود الشاہ ولی اللہ فی التجدید“ کے نام سے اس کا عربی میں ترجمہ کیا۔

- ④..... حجیت حدیث: یہ بھی حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کی تصنیف ہے، جسے ڈاکٹر صاحب ممدوں نے عربی کے قالب میں ڈھالا۔ اس کتاب کے چار باب ہیں:

- باب اول: حدیث کی تشریحی اہمیت
- باب دوم: جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث
- باب سوم: سنت، قرآن کے آئینے میں

عبد الوہید سلفی تھے جنہوں نے ڈاکٹر صاحب ممدوح کے نبوغ و فراست اور ان کی صلاحیت و قابلیت کا اندازہ کر لیا تھا۔ پھر انہیں جامعہ کے وکیل کا منصب عطا کیا گیا۔ جامعہ کا عربی مجلہ ”صوت الامہ“ ۱۹۶۹ء میں جاری ہوا تو انہیں اس کے چیف ایڈیٹر بنا دیا گیا۔ اس مجلے کا وہ ادارہ بھی لکھتے ہیں اور مضامین بھی سپرد قلم کرتے ہیں یہ انتہائی اہم کام ہے جو وہ باقاعدگی سے کر رہے ہیں۔ جامعہ کے تحقیقی و تصنیفی ادارے کا نام ”ادارۃ الجوث الاسلامیہ“ ہے، جس کی طرف سے اب تک عربی، اردو، ہندی اور انگریزی میں چار سو سے زیادہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اس بہت بڑے ادارے کے نگران ہیں اور ہر کتاب پر چنچے تلے الفاظ میں مقدمہ تحریر فرماتے ہیں۔

اللہ نے ان کو زبان و اسلوب کی نعمت سے بھی نوازا ہے اور معلومات کی دولت بھی عطا فرمائی ہے۔ وہ مختلف رسائل و جرائد میں اردو اور عربی دونوں زبانوں میں اظہار رائے کرتے ہیں اور قارئین شوق اور دلچسپی سے ان کے مضامین پڑھتے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ ان کے تحریر فرمودہ مضامین و مقالات کی تعداد پانچ سو سے آگے نکل چکی ہے۔

اب ان کی تصانیف کی طرف آئیے۔

ان کی مستقل تصانیف جو اردو زبان میں ہیں اور اپنے موضوع کے اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتی ہیں، مندرجہ ذیل ہیں:

- ①..... تاریخ ادب عربی: یہ کتاب پانچ جلدوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔
- ②..... عورت کے متعلق اسلام کا نظریہ: اس موضوع کی یہ ایک قابل قدر کتاب ہے۔

- ③..... ادب کی حقیقت
 - ④..... مسلمان اور اسلامی ثقافت
 - ⑤..... دور حاضر میں نوجوان مسلم کی ذمہ داری
 - ⑥..... معاصر کتابوں اور تاریخ کی روشنی میں بابر مسجد کا سانحہ
- ان اردو کتابوں کے علاوہ ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری نے متعدد

☆ میں نے ”مذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری“ کے نام سے قاضی صاحب کے حالات لکھے ہیں یہ کتاب پانچ سو صفحات پر محیط ہے اور مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور نے شائع کی ہے۔

- علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی مجلس منتظم اور مشاورتی کونسل
- ہندوستان کی اسلامی پرسنل لاکمیٹی
- مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجلس عاملہ
- رابطہ ادب اسلامی ہند
- ہندوستان کی اسلامی تعلیمات کی نگاہداشت کی کمیٹی
- جامعہ محمدیہ بمبئی کی تعلیمی کمیٹی
- ادارۃ الجوث الاسلامیہ جامعہ سلفیہ کے نگران

ڈاکٹر صاحب اسلامی تعلیمات کے ان تھک داعی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو گونا گوں اوصاف سے بہرہ مند کیا ہے۔ وہ بے حد محنت اور اخلاص سے حالات کی روشنی میں کام کر رہے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے فروغ و ذیوع کا وہ خوب تجربہ رکھتے ہیں اور اس معاملے میں اپنے ہم عصروں سے آگے نظر آتے ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگی دین کی خدمت کے لیے وقف کر دی ہے۔ وہ بہ یک وقت مصنف بھی ہیں، مترجم بھی ہیں، مدرس بھی ہیں، مقرر بھی ہیں، منتظم بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی زندگی دراز فرمائے اور انھیں ہر میدانِ عمل میں کامیابی سے نوازے۔

ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری کے بارے میں یہ مختصر سی معلومات مولانا صلاح الدین مقبول احمد (کویت) کے ایک علمی مضمون کا ترجمہ ہے جو انھوں نے ڈاکٹر صاحب کی کتاب ”حجۃ الحبیب النبوی“ پر لکھا۔ یہ کتاب حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کی اردو تصنیف ”حجیت حدیث“ کا عربی ترجمہ ہے۔ اگر اس سے زیادہ معلومات حاصل ہو جائیں تو ان شاء اللہ بشرط زندگی کسی دوسری کتاب میں آجائیں گی۔ مثلاً ان کے طالب علمی کے زمانے کے اہم واقعات، بنارس اور کسی دوسری جگہ پیش آنے والے واقعات، قیام مصر کے زمانے کی کوئی خاص بات..... اس قسم کی باتیں اردو میں دست یاب ہو جائیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ کتابوں کے نام اردو ہی میں آنے چاہئیں، ان کا عربی ترجمہ سمجھنے میں بعض اوقات دقت پیش آتی ہے۔ اسی طرح کمیٹیوں اور اداروں کے نام بھی اردو میں لکھے جائیں جو کہ ان کے اصل نام ہیں۔ ان کے عربی ترجمے کو صحیح طور سے اردو میں منتقل کرنا ایک مسئلہ بن جاتا ہے۔

باب چہارم: حجیت حدیث نبی ﷺ کی سیرت کی روشنی میں اب ڈاکٹر صاحب کے تلامذہ کی طرف آتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب مدوح کی تدریس کا سلسلہ ان کے جامعہ ازہری میں داخلے سے قبل سے چلتا ہے۔ اپنے وطن کے مدارس سے فارغ ہونے کے بعد ڈاکٹر صاحب ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۲ء تک جامعہ اسلامیہ (فیض عام) مونا تھ بھجن کی مسند درس پر دو سال متمکن رہے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں (جب وہ پی ایچ ڈی کی تیاری کر رہے تھے) دو سال وہاں عربی ادب کا مضمون پڑھایا۔

اس کے بعد ۱۹۶۸ء سے اب تک وہ مسلسل جامعہ سلفیہ (بنارس) میں طلباء کو پڑھا رہے ہیں۔ اس اثنا میں ان سے بے شمار طلباء نے کسب علم کیا۔ صحیح معنوں میں ان کا مقام استاذ الاساتذہ کا ہے۔ ان کے تلامذہ میں سے بہت سے حضرات اپنے ملک ہندوستان اور ہندوستان سے باہر (یورپ، امریکہ، افریقہ اور عرب کے) مختلف ممالک میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان میں سے بعض درس و تدریس میں مشغول ہیں، بعض نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے، بعض تقریر و خطابت میں سرگرم ہیں، بعض افتاء اور تحقیق میں مصروف ہیں۔ ان کے تلامذہ کی وسیع فہرست میں مولانا صلاح الدین مقبول احمد بھی شامل ہیں جو کویت میں اقامت گزریں ہیں اور وہاں تصنیف و تحقیق اور تحریر و خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ مولانا صلاح الدین کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم اعلیٰ اور مجلہ ترجمان دہلی کے مدیر اعلیٰ مولانا اصغر علی امام مہدی کا شمار بھی ڈاکٹر صاحب کے شاگردوں میں ہوتا ہے۔

ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری نہایت فعال اور اسلام کے سرگرم مبلغ ہیں۔ اپنے ملک میں تو وہ اسلام کی خدمت کر رہی رہے ہیں، انھوں نے ملک کے باہر بھی کئی مرتبہ اپنے ملک کے نمائندے کے طور پر مختلف اسلامی کانفرنسوں میں شرکت کی۔

علاوہ ازیں ڈاکٹر صاحب کئی علمی مجلسوں اور متعدد ادبی و ثقافتی اداروں کے رکن ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں۔

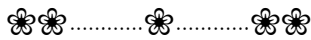
پڑھنے والے محققین اس کتاب سے بھرپور استفادہ کرتے ہیں۔ مذکورہ کتاب کی اتنی مقبولیت دیکھ کر مجھے یہ شوق پیدا ہوا کہ مولانا سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی بقیہ تصانیف بھی عربی میں ترجمہ کر کے شائع کی جائیں تاکہ برصغیر میں جماعت اہل حدیث کی تگ و تاز سے اہل عرب بھی آگاہ ہوں اور جو کوششیں اس جماعت نے سنت کے پھیلاؤ اور اس کے دفاع میں کی ہیں نیز بدعات اور شرک کے خاتمے کے لیے جو وسائل اختیار کیے ہیں، ان کا عربی دان لوگوں کو پتا چلے۔

۱۴۰۱ھ میں مولانا سلفی رحمۃ اللہ علیہ کے چار مضامین پر مشتمل ایک کتاب ”حجیت حدیث“ کے نام سے منظر عام پر آئی، یہ کتاب بھی بہت مقبول ہوئی، بالخصوص محدثین کا منہج واضح کرنے میں اس کا کردار بہت اہم ہے۔

اس مجموعے کا ایک مقالہ جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث ہے۔ چوں کہ اہل حدیث کا نظریہ اس سے مختلف ہے اس لیے مولانا صلاح الدین مقبول احمد نے اس مقالے کا عربی ترجمہ کر کے کویت سے کتابی صورت میں شائع کیا۔ میں نے اس پوری کتاب کا ترجمہ کرتے وقت مندرجہ بالا مقالے کے علاوہ باقی مقالات کا ترجمہ کیا۔ نیز کچھ احباب کے مشورے سے اس موضوع سے متعلق دوسرے مضامین کا ترجمہ کر کے اس کتاب میں شامل کر دیا تاکہ اہل عرب مولانا سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جلیلہ سے پوری طرح آگاہی حاصل کر سکیں۔

ترجمے کا یہ کام تقریباً پندرہ سال پہلے ہی مکمل ہو چکا تھا لیکن نظر ثانی کے انتظار میں آج تک التوا کا شکار رہا۔ اب اللہ کی توفیق سے نظر ثانی کا کام مکمل کر کے، عبارتوں کا اصل ماخذ سے موازنہ کر کے اور تسامحات کی درستی کے بعد اسے شائع کیا جا رہا ہے۔

علاوہ ازیں بعض شخصیات اور قابل وضاحت عبارتوں پر حواشی بھی لکھے ہیں، جنہیں آئندہ اشاعت کے لیے محفوظ کر لیا گیا ہے۔ اس اشاعت میں حصہ لینے والے تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔



مولانا صلاح الدین مقبول احمد کے مضمون کا ترجمہ قارئین کے مطالعہ میں آیا۔ اب اپنے متعلق خود ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری کے چند ارشادات ملاحظہ فرمائیے۔ ڈاکٹر صاحب نے مولانا محمد اسماعیل سلفی کی کتاب حجیت حدیث (حجۃ الحدیث النبوی) پر ”کلمۃ المترجم“ کے عنوان سے جو سطور عربی میں تحریر فرمائی ہیں، ان کا ترجمہ جناب ابو بکر ظفر (دار الدعوة السلفیہ شیش محل روڈ، لاہور) نے کیا۔ یہ ترجمہ ان کے شکریے کے ساتھ ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔

جامعہ سلفیہ بنارس میں تدریس اور عربی مجلہ صوت الجامعہ کی ادارتی ذمہ داری کے زمانے کا ذکر ہے کہ میں نے بتوفیق الہی مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی چند کتب کا عربی ترجمہ کیا تھا، ان میں پہلی کتاب ”حرکتہ الانطلاق الفکری و جهود الشاہ ولی اللہ فی التجدید“ ہے، جس کا اردو نام ”تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی“ ہے۔

اس ترجمے کی ابتدا بظاہر معمولی لیکن اہم اور مناسب واقعہ سے ہوئی۔ یہ واقعہ ہمیشہ میرے سامنے رہا ہے:

ایک روز مدیر الجامعہ شیخ عبدالوحید عبدالحق سلفی نے مذکورہ کتاب کا اوّلین ایڈیشن مجھے دیا، میں نے اسے بار بار پڑھا اور یہ کتاب مجھے بہت پسند آئی۔ پھر کچھ احباب و رفقاء سے مشورہ کر کے اس کا عربی ترجمہ شروع کر دیا گیا جو اس زمانے میں صوت الجامعہ میں بالاقساط شائع ہوا اور قارئین نے اس کی تحسین کی۔

ترجمے کی تکمیل پر میری درخواست کے مطابق مولانا عبید اللہ رحمانی نے اس پر نہایت فاضلانہ مقدمہ لکھا اور مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی کے بعض اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کا حکم فرمایا۔ تعمیل حکم کے بعد یہ ایڈیشن ۱۳۶۷ھ میں شائع ہوا۔

اردو کے دوسرے ایڈیشن میں اضافوں کی وجہ سے ہم نے عربی میں بھی اضافہ کیا اور ڈاکٹر عبدالرحمن فریوائی نے اس دوران مراجعت کرنے میں مجھ سے تعاون فرمایا۔ اردو کی طرح عربی ایڈیشن نے بھی قارئین کرام میں قبول عام حاصل کیا۔

سلفی دعوت اور اس کی تحریک و تاریخ جیسے اہم موضوع کو دیکھنے اور



جامعہ تعلیمات اسلامیہ



بانی: مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمہ اللہ
نصف صدی سے مصروف عمل فرقہ واریت سے پاک

داخلہ جاری ہے

زیر وٹائم میں حافظ قرآن بنائیں

☆ لکھائی، پڑھائی، رہائش اور کھانا بالکل مفت ☆ پرائمری پاس بچوں کے لئے 3 سال میں مڈل اور تحفہ قرآن
☆ میٹرک پاس بچوں کو 6 سال اور مڈل پاس کو 8 سال میں ایم اے پاس عالم دین بنائیں

☆ باوقار، روشن مستقبل ☆

☆ تحفہ قرآن کریم ☆ شعبہ درس نظامی ☆ شعبہ تربیت خطباء
☆ دارالافتاء ☆ شعبہ نشر و اشاعت ☆ دعوت و تبلیغ

خصوصیات

☆ دینی و عصری علوم ایک ساتھ ☆ قرآن و سنت کی راہنمائی میں شخصیت سازی ☆ تقریری و تحریری مقابلے
☆ ہم نصابی سرگرمیاں ☆ کمپیوٹر، آڈیو اور ویڈیو کے ذریعے تعلیم ☆ تعلیمی و ترقیاتی پروگرام

مدینہ یونیورسٹی جامعہ ام القری مکتہ المکرمۃ اور جامعہ سعد ریاض میں داخلہ کے مواقع

رابطہ: شاخ امتحان، کمرہ نمبر 11، 10، 9، 8، 7، 6، 5، 4، 3، 2، 1، 041-8847910 مدیر: 0321-9667350

13 تا 19 نومبر 2009ء..... (1618)..... 24 ذی قعدہ 1430ھ

حق و باطل

وطن دین چھوڑ کر بچایا نہ جائے گا
الحاد سے قرار تو پایا نہ جائے گا
اے شباب امت! یہ غلامیوں کا عالم
یوں عزتوں کا دور تو لایا نہ جائے گا
ناداں! قرآن کی ہر آیت کی قدر کر
وقت نزع تو پھر پچھتایا نہ جائے گا
اگر ایک بار تجھ سے یہ لمحہ چھن گیا
قیامت تلک پھر یہ پایا نہ جائے گا
تمنا شہادتوں کی کر کے تو دیکھ تو!
جینے کا لطف پھر اٹھایا نہ جائے گا
عزیمتوں، حوصلوں کی بات اور ہے
شکستہ حالتوں میں تو سمجھایا نہ جائے گا
جب ہو گا سامنا تیرا رب کریم سے
کوئی عذر بزدلی کا بنایا نہ جائے گا
اے مفتیانِ دیں! زخمی تمہارا دین
مرہم خطابتوں سے لگایا نہ جائے گا
تلبیس حق و باطل کا جرم مت کرو
یہ ایسا ظلم ہے کہ بھلایا نہ جائے گا

[ابو عمر محمد شفیق سلفی]